۴۶

جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری ہدایات

(فرمودہ ۱۳؍دسمبر ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ توبہ کے رکوع ۶ کی درج ذیل آیات کی تلاوت کی۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًاوَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًاوَّاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَ جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لَوْ کَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْکَ وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْھِمُ الشُّقَّۃُ وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَوِسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَکُمْ یُھْلِکُوْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ[1]

پھر فرمایا:۔

پیشتر اس کے کہ مَیں آج کے خطبہ کے موضوع پر کچھ کہوں میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ جلسہ سالانہ اب بالکل قریب آ گیا ہے مہمانوں کو ٹھہرانے کے لئے مکانوں کی اور ان کی خدمت کیلئے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے جس قدر مہمان اللہ تعالیٰ کے فضل سے سالانہ جلسہ پر آتے ہیں

سلسلہ کی عمارتیں کسی صورت میں بھی ان کو جگہ نہیں دے سکتیں ۔سلسلہ کی ساری عمارتیں لگا دینے کے بعد ایک کثیر تعداد مہمانوں کی باقی رہ جاتی ہے جس کے لئے پرائیویٹ مکانوں کی ضرورت ہوتی ہے۔کچھ سالوں سے متواتر مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اِس موقع پر اپنے رشتہ داروں اور دوست مہمانوں کے لئے جو جگہ چھوڑی جائے اُس میں بھی اِس امر کا خیال رکھا جائے کہ گو اپنے مہمان کو جگہ دینا بھی جلسہ کے مہمانوں کو جگہ دینا ہی ہے پھر بھی اپنے نفس کی خوشی اس میں شامل ہے پس ایسے مہمانوں کو جگہ دینا جن کے ناموں سے بھی ہم واقف نہ ہوں اور نظام کے ماتحت دینا اِس سے بہت افضل کام ہے۔پس دوستوں کو اِس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ وقت جذبات کی قربانی کا ہوتا ہے اِس لئے جو دوست یا رشتہ دار آئیں اُن سے کہہ دیا جائے کہ اکیلے رہنے کے لئے کھلی جگہ کا میسّر آنا تو مشکل ہے جہاں اَور مہمان قربانی کرتے ہیں آپ بھی کریں تا باقی جگہ دوسرے مہمانوں کو دی جا سکے۔اگر احباب اِس نقطۂ نگاہ سے کام کریں تو ہر سال قادیان میں اتنی عمارتیں بنتی ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ مہمانوں کو ٹھہرانے میں کوئی دقّت پیش نہیں آسکتی۔ ہر سال یہاں قریباً دوسَو نئے مکانات تعمیر ہوتے ہیں اور ان میں آسانی سے ڈیڑھ دو ہزار مہمان ٹھہرائے جا سکتے ہیں۔سالانہ جلسہ پر آنے والے مہمانوں میں زیادتی اس نسبت سے نہیں ہوتی جس نسبت سے نئے مکانات تعمیر ہوتے ہیں مگر باوجود اِس کے ہر سال ہی شکایات سننے میں آتی ہیں کہ جگہ کی تنگی ہے۔بعض لوگ جگہ دینے سے کچھ گریز کرتے ہیں اِس لئے میں پھر دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے مہمانوں اور عزیز رشتہ داروں اور دوستوں کے آرام کی فکر بے شک کریں مگر یہ خیال ضرور رکھیں کہ زیادہ ذمہ داری ہم پر اُن مہمانوں کی ہے جن کے ناموں سے بھی ہم واقف نہیں۔میں جانتا ہوں رشتہ داروں کو اپنے پاس ٹھہرانا ایک لحاظ سے سلسلہ کے لئے بھی مفید ہے انسان اُن کی خاطر مدارات خود اچھی طرح کرسکتا ہے اور اس طرح کارکنوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے مگر یہ ایسی طرز پر ہونا چاہئے کہ دوسروں کے لئے بھی جگہ رہ سکے۔سو ایک نصیحت تو میں یہ کرتا ہوں کہ دوست تکلیف اُٹھا کر بھی اپنے مکان مہمانوں کے لئے فارغ کریں۔ہمارے گھروں میں ہر سال پانچ چھ سَو مہمان ٹھہرتے ہیں لیکن میں پھر بھی یہ کہہ دیتا ہوں کہ اگر جگہ کی تنگی ہو تو کارکن ان میں ٹھہرنے والوں کے لئے جگہ کو اور تنگ کر کے اور بھی انہیں استعمال کر سکتے ہیں۔میں نے اپنا دارالحمد کا مکان سارے کا سارا جلسہ کے لئے دیا ہوا ہے،شہر کے گھر کا نچلا حصہ

بھی سارا مہمانوں کے لئے خالی کر دیا جاتا ہے، اوپر کے حصہ کا بھی بہت سا حصہ فارغ کر دیا جاتا ہے اور ہمارے گھر کے آدمی جو خدا کے فضل سے چالیس پچاس ہیں سمٹ کر چند کمروں میں آ جاتے ہیں۔ اِس دفعہ دارالحمد میں مَیں نے اپنے بعض رشتہ داروں کے لئے انتظام کیا ہوا تھا اور جب مجھ سے کارکنوں نے لسٹ مانگی تو میں نے کہلا بھیجا تھا کہ فلاں فلاں جگہ پر فلاں فلاں مہمان ٹھہریں گے باقی جگہ وہ لے سکتے ہیں لیکن اب میں یہ کہتا ہوں کہ جو جگہ رشتہ دار مہمانوں کے لئے میں نے مخصوص کر دی تھی اگر اس جگہ کے متعلق بھی کارکن کوئی معقول تبدیلی کرنا چاہیں تو میری طرف سے انہیں اجازت ہے۔ اس کے بعد مَیں کام کے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر سال قادیان کی آبادی جس نسبت سے بڑھتی ہے اس نسبت سے آنے والوں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوتا اور اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ زیادہ اور اچھے کارکن نہ مل سکیں۔ اور اگر کارکن میسّر نہیں آتے تو اِس کا مطلب سوائے اِس کے کچھ نہیں کہ یا تو نظام میں کوئی نقص ہے یا دوستوں کے اخلاص میں کمی آ گئی ہے۔ اگر اچھے اور زیادہ کارکن باوجودیکہ گزشتہ چند سالوں میں قادیان کی آبادی پانچ ہزار سے بڑھ کر آٹھ ہزار تک پہنچ گئی ہے حاصل نہ ہوں تو یقیناً اِن دو نتائج میں سے ایک کو صحیح سمجھنے پر مَیں مجبور ہوں۔ یا تو یہ کہ ہمارے نظام میں کوئی نقص ہے اور یا پھر یہ کہ جماعت کے اخلاص میں کمی آ گئی ہے۔ جس طرح مکانوں کی دقّت کی وجوہ مَیں نہیں سمجھ سکتا اسی طرح یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کام کرنے والے کیوں نہیں ملتے اور اگر کوئی روک فِی الواقع ایسی پیش آ رہی ہے تو کارکنوں کا فرض ہے کہ تفصیل سے اسے میرے سامنے پیش کریں تا میں اندازہ کر سکوں کہ اصل سبب کیا ہے۔

اِس کے بعد میں عام نصیحت کرتا ہوں اور پہلے اُن لوگوں کو مخاطب کرتا ہوں جو بعد میں آ کر بسے ہیں اور اُنہیں کہتا ہوں کہ تمہارے قادیان میں آ کر بسنے سے پہلے تھوڑی سی جماعت ہزاروں مہمانوں کی خاطر تواضع کرتی تھی۔ اور اگر تمہارے وقت میں اِس میں کمی آ جائے تو اِس کے معنی یہ ہوں گے کہ تمہارے اندر وہ اخلاص نہیں جو پہلوں میں تھا لیکن اگر بعد میں آنے والے اخلاص کا نمونہ دکھا رہے ہیں تو مَیں اُنہیں مخاطب کر کے جو دیر سے قادیان میں بس رہے ہیں کہتا ہوں کہ مؤمن کے اخلاص کے لئے کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی اور موت تک اُس کے اخلاص میں کوئی فرق نہیں آنا چاہئے۔ اگر اس کے اخلاص میں کوئی کمی واقع ہوئی تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اِس نسبت سے اُس کے ایمان میں بھی کمی واقع

ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان کا درجہ وہی ہوتا ہے جو موت کے وقت انسان کو حاصل ہو۔ اگر پہلے تم نے زیادہ خدمات کی ہیں تو وہ قیامت کے دن کام نہیں آسکیں گی قیامت کے روز کام آنے والی خدمت وہی ہوتی ہے جو مسلسل جاری رہے اور جو موت تک کی جائے۔

اس کے بعد میں اختصار کے ساتھ ایک رُقعہ کا ذکر کرتا ہوں جو ابھی مجھے دیا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ مولوی ابوالفضل صاحب گاڑی میں آرہے تھے بٹالہ سٹیشن پر انہوں نے کچھ اشتہار اور ٹریکٹ وغیرہ تقسیم کئے تو احراریوں نے انہیں گالیاں دیں اور دھکّے مارے۔ اور لکھا ہے کہ اب بات حد سے بڑھتی جارہی ہے ایسے سب دوستوں کو مَیں توجہ دلاتا ہوں کہ کوئی بات حد سے نہیں بڑھا کرتی۔ انسانی اعمال جن میں الٰہی تصرفات کا دخل نہ ہو، ان کے متعلق تو بے شک یہ بات کہی جاسکتی ہے لیکن جو باتیں اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور تقدیر کے ماتحت ہورہی ہوں وہ حد سے نہیں بڑھا کرتیں۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور مأمورین جب آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی تائید ونصرت کے بھی اتنے سامان پیدا کرتا ہے جتنے ضروری ہوتے ہیں۔ اور مخالفت بھی اتنی ہی کراتا ہے جتنی ضروری ہوتی ہے۔ اور جتنی مخالفت بڑھے سمجھ لو اللہ تعالیٰ اتنی ہی تمہاری خامیاں دور کرنا چاہتا ہے۔ کون شخص پسند کرتا ہے کہ اُس کے عزیز کو گالیاں ملیں۔ کیا تم میں سے کوئی شخص کبھی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے سامنے اس کے بیوی بچوں کو گالیاں دی جائیں؟ پھر اللہ تعالیٰ کو یہ بات کس طرح پسند ہوسکتی ہے کہ اس کے نبیوں اور مأمورین کو گالیاں ملیں۔ اور اگر وہ ان گالیوں کو جاری رہنے کی اجازت دیتا ہے تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ایسا تمہاری اصلاح کے لئے کرتا ہے۔ یہ کفّارہ ہے جو انبیاء اپنی جماعت کے لئے ادا کرتے ہیں حضرت مسیح ناصری کے متعلق جس کفّارہ کا مسیحی لوگ عقیدہ رکھتے ہیں ہم اُس کے منکر ہیں۔ اور اِس قسم کا کفّارہ واقعہ میں خلافِ عقل ہے۔ مگر یہ صورت جو میں نے بتائی ہے کفّارہ کی جائز صورت ہے۔ اور یہ کفّارہ سب انبیاء اپنی اُمتوں یا جماعتوں کے گناہوں اور کوتاہیوں کے دور کرنے کے لئے ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کو کھلا چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اس کے مأموروں کو گالیاں دیں تا اُن کی جماعتوں کے دل میں درد پیدا ہو اور وہ اپنی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ یہ بات اس لئے نہیں کرتا کہ مؤمن اِن گالیاں دینے والوں سے لڑیں اور فساد کریں بلکہ اِس لئے ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفسوں کے ساتھ لڑائی کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ پس جس دن تم اپنی اصلاح مکمل کرلو گے اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُسی دن

گالیاں دینے والوں کے ہونٹ بند کر دیں گے۔ بات یہ ہے کہ گالیاں دشمن نہیں دیتے بلکہ تم خود دیتے ہو۔تمہارا تقویٰ اور اخلاص تمہاری قربانی اور ایثار ابھی اُس مقام پر نہیں پہنچا جس پر اللہ تعالیٰ پہنچانا چاہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو انگیخت کرتا ہے کہ تا اُن سے پٹوا کر تمہاری اصلاح کر دے۔ پس ان گالیوں کو بند کرانا تمہارے اپنے اختیار میں ہے۔تم اگر آج جھوٹ،فریب، دغا بازی، لڑائی،فساد اور دیگر بدعادات کو کُلّیۃً ترک کر دو، باقاعدگی سے سب کے سب باجماعت نمازیں پڑھنے لگ جاؤ،تقویٰ پیدا کرلو،قربانی کے انتہائی مقام پر پہنچ جاؤ جہاں پہنچ کر انسان کی نگاہ میں اُس کی جان اور اُس کے مال اور اُس کے اقرباء کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی۔اسی طرح تم ایثار کے اور حُسنِ سلوک کے اور اپنے غریب بھائیوں کی اعانت اور ہمدردی کے مقام پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔ کبر اور خود پسندی کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ایک منٹ میں نازل ہو کر تمام فتنوں کو دور کر دیں گے۔ پس اپنے نفسوں کی اصلاح کرو آسمان کی طرف دیکھو دنیا کی طرف اپنی نظریں نہ اُٹھاؤ۔اور اچھی طرح یاد رکھو کہ جتنی دیر تم اپنی اصلاح نہ کرو گے یہ گالیاں برابر ملتی رہیں گی۔

پس یاد رکھو کہ یہ گالیاں جماعت کے کمزور لوگ دلوا رہے ہیں۔دشمن تو صرف تقدیرِ الٰہی کے آلے ہیں میرا یہ مطلب نہیں کہ دشمن کی گالیوں کو بے شرم ہو کر سنتے جاؤ ان کا علاج کرنے کی ظاہری تدابیر اختیار کرنا بھی تمہارا فرض ہے اور اس میں کمزوری دکھانے پر بھی تم خدا تعالیٰ کے سامنے پوچھے جاؤ گے مگر حقیقی علاج وہی ہے جو میں نے ابھی بتایا ہے۔

اب میں تحریک جدید کے سلسلہ میں جو خطبات دے رہا ہوں اُن کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ گزشتہ سال میں نے انیس تحریکیں کی تھیں جن میں سے بعض کے متعلق میں کچھ باتیں بیان کر چکا ہوں اور ایک کے متعلق آج بیان کرتا ہوں۔ میں نے تحریک کی تھی کہ تبلیغ کیلئے ایک ایک دو دو اور تین تین ماہ وقف کریں باقی ساری تحریکیں ایسی تھیں جن میں ثواب دوسرے کی معرفت حاصل کیا جا سکتا ہے۔لیکن یہ ایک ایسی تحریک ہے جس سے براہ راست ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے اس لئے اس کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت تھی مگر افسوس کہ چندسَو دوستوں کے سوا باقی کسی نے اپنا نام پیش نہیں کیا۔ حالانکہ جماعت میں سے ہزارہا لوگ اس کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر سکتے تھے۔ یہ ایک ایسا کام ہے جس میں پڑھے لکھے اور اَن پڑھ، زمیندار، تاجر، ملازم، ہر پیشہ اور فن سے تعلق رکھنے والے اور ہر

لیاقت والے حصہ لے سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے طبقہ اور اپنی جتنی لیاقت رکھنے والوں میں تبلیغ کر سکتے تھے۔کون ایسا آدمی ہوسکتا ہے جس کی لیاقت کا آدمی اور کوئی دنیا میں موجود نہ ہو۔کیا تم خیال کر سکتے ہو یا مجھے یہ ماننے پر آمادہ کر سکتے ہو کہ کوئی احمدی ایسا بھی ہے جو سب سے زیادہ جاہل ہے اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کا ہر فرد اس سے زیادہ لائق ہے۔

احمدیت تو ایک ایسی چیز ہے جس کے آتے ہی عقل بڑھ جاتی اور علم روشن ہو جاتا ہے۔معمولی لیاقت کے احمدی بڑے بڑے مولویوں کا ناطقہ بند کر دیتے ہیں۔ضرورت صرف ایمان کی ہوتی ہے علم کی نہیں اگر ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ خود راہنمائی کرتا ہے۔کئی دفعہ میں نے پیِرے کا واقعہ سنایا ہے وہ ایک پہاڑی آدمی تھا جسے گینٹھیا کی بیماری تھی۔اس کے رشتہ داروں کو کسی نے مشورہ دیا کہ یہاں اس کا علاج نہیں ہو سکے گا اسے پنجاب چھوڑ آؤ۔ چنانچہ وہ اسے لے کر آئے اور گورداسپور کے قریب جب پہنچے تو کسی نے بتایا کہ قادیان میں ایک ولی اللہ ہیں وہ ایسے لوگوں کی خبر گیری کرتے ہیں ان کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ اسے یہاں لے آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ حضور نے اُس کا علاج کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔وہ بلکہ اُس کا سارا خاندان بالکل جاہل تھا اور دین کی اُنہیں کوئی خبر نہ تھی۔ایک دفعہ اُس سے یا شاید اُس کے ایک بھتیجے سے جو کبھی کبھی یہاں آجایا کرتا تھا ،حضرت خلیفہ اول نے دریافت فرمایا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ پھر بتاؤں گا اور کچھ دیر بعد ایک کارڈ آپ کے پاس لایا کہ ہمارے گاؤں کے نمبردار کو لکھ دیں آپ نے پوچھا کہ کیا لکھنا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ آپ نے میرا مذہب دریافت کیا تھا۔میں نمبردار کو لکھ کر یہی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرا مذہب کیا ہے۔پھر وہ لوگ اتنے وحشی تھے کہ ایک دفعہ اُس کا ایک رشتہ دار یہاں آیا اور آٹھ آنہ کا گھی لایا جو ایک بلی کھا گئی۔اُس نے اُس بلی کو مار کر اُس کی انتڑیاں نچوڑ کر رکھ لیں کہ ان میں میرا گھی ہے۔غرض وہ خاندان کا خاندان بالکل جاہل اور بے وقوف تھا۔ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل نے پیرے سے کہا کہ اگر تم ایک دن پورے پانچ وقت کی نمازیں با جماعت ادا کرو تو میں تمہیں دو روپے انعام دوں گا۔آپ کی غرض یہ تھی کہ اِس طرح اسے نماز کی عادت پڑ جائے گی۔اُس نے عشاء سے نماز پڑھنی شروع کی اور اگلی مغرب کو پانچ پوری ہونی چاہئیں تھیں۔اُس زمانہ میں مہمان تھوڑے ہوتے تھے اور اُن کا کھانا گھر میں ہی تیار ہوتا تھا۔مغرب کے وقت جب کھانا تیار ہوا تو اندر سے

عورت نے آواز دی کہ پیرے! کھانا لے جاؤ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور یہ اُس کی پانچویں نماز تھی لیکن بلانے والی عورت کو تو اِس کا علم نہ تھا اِس لئے برابر آوازیں دیتی گئی۔ اِس پر پیرے نے نماز میں ہی اُسے آواز دی کہ ٹھہر جا سلام پھیر کر آتا ہوں۔

پیرا جب بیماری سے اچھا ہؤا تو وہ حضرت صاحب کے پاس ہی ٹھہر گیا۔ آپ کبھی کبھی اسے بٹالہ تار دینے یا ریلوے پارسل وغیرہ لینے کے لئے بھجوا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ اُس وقت نہ تار قادیان آئی تھی اور نہ ریلوے تھی۔ ایک دفعہ کسی ایسے ہی کام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بٹالہ بھیجا۔ اس لئے وہاں اسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مل گئے۔ اُن کی عادت تھی کہ وہ اکثر ریل کے وقت بٹالہ سٹیشن پر چلے جاتے اور جب اُنہیں کوئی قادیان آنے والا آدمی ملتا تو اُسے قادیان آنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے اس دن اتفاقاً اُنہیں کوئی اور آدمی نہ ملا تو اُنہوں نے پیرے کو پکڑ لیا اور کہا کہ پیرے! تو کیوں قادیان میں بیٹھا ہے وہاں تو یہ خرابی ہے، وہ خرابی ہے۔ پیرے نے جواب دیا کہ مولوی صاحب! میں پڑھا لکھا تو نہیں اس لئے آپ کی باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ ہاں ایک بات ہے اور غور کرو کتنی لطیف بات ہے جو اُس نے بیان کی حالانکہ وہ بالکل اَن پڑھ تھا اُس نے کہا کہ مرزا صاحب تو قادیان میں بیٹھے ہیں اور لوگ دور دور سے یکّوں میں دھکّے کھاتے ان کے پاس پہنچ جاتے ہیں مگر آپ بٹالہ میں رہتے ہیں جہاں لوگ آسانی سے پہنچ سکتے ہیں لیکن پھر بھی کوئی آپ کے پاس نہیں آتا اور آپ لوگوں کو سمجھانے کے لے روزانہ چل کر اسٹیشن پر آتے ہیں حتّٰی کہ آپ کی جوتی بھی گھس گئی ہے لیکن لوگ پھر بھی آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ لوگ مرزا صاحب کے پاس اس طرح کھنچے چلے جاتے ہیں اور ان کے مخالفوں کی بات نہیں مانتے۔ اب دیکھو کہ وہ بالکل جاہل آدمی ہے مگر اُس نے کیسی لطیف بات بیان کی۔ مولوی محمد حسین صاحب گویا قسم کھا چکے تھے کہ سلسلہ کی مخالفت کرتے چلے جائیں گے اِس لئے انہوں نے اِس نکتہ سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ اگر کوئی اور سنجیدہ آدمی ہوتا تو یہی دلیل اُس کے لئے کافی تھی اور اِسی پر وہ ہدایت پا جاتا۔ پیرے جیسے شخص کا ایسی معقول بات کہنا بتاتا ہے کہ احمدیت کی تعلیم کا جاننا تو الگ رہا اس کے ساتھ چھو کر بھی انسان کی عقل تیز ہو جاتی ہے۔

اِسی قسم کا ایک اور واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے۔ لدھیانہ کے علاقہ کے ایک شخص میاں نور محمد صاحب

تھے۔ انہوں نے ادنیٰ اقوام میں تبلیغِ اسلام کا بیڑا اُٹھایا ہوا تھا۔ وہ خاکروبوں میں تبلیغ کیا کرتے تھے اور سینکڑوں خاکروب ان کے مرید ہوگئے تھے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کے بعض مرید بعض دفعہ یہاں بھی آ جایا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب ہمارے پیر کے پیر ہیں۔ یہاں ہمارے ایک رشتہ میں چچا نے محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت اور آپ کے دعویٰ کا تمسخر اُڑانے کے لئے اپنے آپ کو چوہڑوں کا پیر مشہور کیا ہوا تھا۔ اور ان کا دعویٰ تھا کہ مَیں لال بیگ ہوں۔ ایک دفعہ بعض وہ لوگ جو خاکروب سے مسلمان ہو چکے تھے یہاں آئے ہوئے تھے۔ انہیں حُقّہ کی عادت تھی۔ ان صاحب کی مجلس میں جو انہوں نے حُقّہ دیکھا تو حُقّہ کی خاطر ان کے پاس جا بیٹھے۔ ہمارے چچا نے ان سے مذہبی گفتگو شروع کر دی اور کہا کہ تم مرزا صاحب کے پاس کیوں آئے ہو؟ تم تو دراصل میرے مرید ہو۔ مرزا صاحب نے تمہیں کیا دیا ہے۔ وہ لوگ اَن پڑھ تھے جیسے خاکروب عام طور پر ہوتے ہیں۔ آجکل تو پھر بھی خاکروب کچھ ہوشیار ہو گئے ہیں لیکن یہ آج سے چالیس سال پہلے کی بات ہے اُس وقت یہ قوم بالکل ہی جاہل تھی۔ لیکن جب ان سے ہمارے چچا نے سوال کیا کہ مرزا صاحب نے تم کو کیا دیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اور تو کچھ نہیں جانتے لیکن اتنی بات پھر بھی سمجھ سکتے ہیں کہ لوگ پہلے ہم کو چوہڑے کہتے تھے لیکن مرزا صاحب کے تعلق کی وجہ سے اب ہمیں مرزائی کہتے ہیں۔ گویا ہم چوہڑے تھے اب ان کے طفیل مرزا بن گئے۔ لیکن آپ پہلے مرزا تھے مرزا صاحب کی مخالفت کی وجہ سے چوہڑے بن گئے۔

اب یہ باتیں ہیں تو بظاہر لطائف مگر ان کے اندر معرفت کا فلسفہ بھی موجود ہے۔ ان اَن پڑھ لوگوں نے اپنی زبان سے اس مفہوم کو ادا کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے مخالفوں کو تباہ کر دیتا ہے اور ماننے والوں کو ترقی دیتا ہے۔ پس سچی بات یہ ہے کہ احمدی ہوتے ہی انسان کی عقل مذہبی امور میں تیز ہو جاتی ہے اور وہ علماء پر بھی بھاری ہوتا ہے۔ لیکن اس امر کو نظر انداز کر دو تو بھی کونسا ایسا احمدی ہے جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ اس کے طبقہ کے لوگ دنیا میں موجود نہیں۔ بلکہ ہر احمدی اپنی عقل اور سمجھ میں کم سے کم اپنے طبقہ کے ہر عیسائی، ہندو، سکھ اور غیر احمدی سے زیادہ ہوشیار ہوگا۔ میں مان سکتا ہوں کہ راجرؔس کے چاقو اور دھیلؔہ کے چاقو میں جو کسی زمانہ میں ہمارے لوہار بنایا کرتے تھے زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اور وہ دھیلے کا چاقو راجرس کے چاقو کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اس میں بھی کیا

شک ہے کہ وہ دھیلے کا چاقو جو سان پر چڑھا ہؤا ہو اُس دوسرے دھیلے کے چاقو سے جو مٹی میں پڑا ہؤا زنگ آلود ہو چکا ہو کمزور نہیں ہوسکتا۔ پس ایک احمدی خواہ کتنا بھی جاہل کیوں نہ ہو وہ سان پر چڑھے ہوئے چاقو کی طرح ہے اور اسی لیاقت کا دوسرا آدمی مٹی میں ملے ہوئے زنگ آلود چاقو کی طرح ہے اور دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ پس میں مان لیتا ہوں کہ ایک غیر تعلیم یافتہ احمدی دھیلے کے چاقو کی طرح ہے۔ مگر وہ اکیلا ہی تو دنیا میں ایسا نہیں۔ اسی کی لیاقت کے اور آدمی بھی تو دنیا میں موجود ہیں فرق صرف یہ ہے کہ یہ سان پر چڑھا ہؤا ہے اور وہ زنگ آلود ہیں۔ اسے خدا تعالیٰ نے صیقل کر کے صاف کر دیا ہے اور دوسروں کو زنگ کھا رہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ ان کے مقابلہ کے لئے کھڑا نہیں ہوتا۔ غرض ایک احمدی بھی ایسا نہیں جو کہہ سکے کہ میں تبلیغ کے قابل نہیں ہوں۔ اگر ہم کسی زمیندار سے کہیں کہ اپنا ہل چھوڑ دو اور لاہور کے لارڈ بشپ کو تبلیغ کرو۔ تو وہ عذر کرسکتا ہے کہ میں اتنی لیاقت نہیں رکھتا اگرچہ میں اس کو بھی صحیح نہیں مان سکتا کیونکہ ایمان سب کچھ پیدا کر دیتا ہے۔ اگر ایمان اعلیٰ ہو تو کونسا ایسا انسان ہوسکتا ہے جسے تبلیغ نہیں کی جاسکتی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں ایسا اَن پڑھ ہوں اور ناخواندہ ہوں جیسا جماعت احمدیہ کا ہر وہ فرد جو اردو لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ اسی طرح میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں عربی سے ایسا ہی ناواقف ہوں جیسا کہ جماعت کا ہر وہ شخص جو عربی سے بالکل ناواقف ہے۔ اور میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں انگریزی زبان سے ایسا ہی نابلد ہوں جیسا کہ جماعت کے وہ دوست جنہوں نے بالکل انگریزی تعلیم حاصل نہیں کی۔ مگر اِن تینوں میں سے کوئی بھی ایسا علم نہیں جس میں مَیں نے کوئی امتحان پاس کیا ہو یا کوئی کمال حاصل کیا ہو۔ مگر باوجود اس کے کہ میری یہ تینوں تعلیمیں نامکمل رہیں اور چونکہ ہمارے گھر میں اردو بولی جاتی ہے اس لئے پنجابی جو ہمارے صوبہ کی زبان ہے، اِس کا بھی یہی حال رہا۔ مگر آج تک کسی میدان میں کسی نے مجھ سے گفتگو نہیں کی۔ جس کے متعلق یہ تو علیحدہ بات ہے کہ میں یا میرے ساتھیوں نے یہ محسوس کیا ہو کہ اس کا پلّہ کمزور رہا ہے بلکہ کبھی ایسا بھی نہیں ہؤا کہ اس نے یا اس کے ساتھیوں نے یہ محسوس کیا ہو کہ اس کا پلّہ بھاری رہا ہے۔ میں بچہ تھا۔ غالبًا میری عمر اُس وقت ۱۷، ۱۸ سال ہوگی کہ میں لاہور گیا اور ایک دوست سے کہا کہ چلو تبلیغ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جس سے بڑے کام لینے ہوتے ہیں اُس کو حوصلے بھی بلند دیتا ہے۔ میں نے بھی تبلیغ کے لئے کسی معمولی آدمی کو نہیں چنا بلکہ اُس زمانہ میں شمالی ہندوستان کے لئے عیسائیوں کا جو مشنری کالج تھا اُس کے پرنسپل

ریورنڈوُڈ(REVEREND WOOD) کواس کام کے لئے منتخب کیا۔اُس کی عمر اُس وقت ۵۰، ۵۵ سال کی ہوگی ۔اور پھر اُس نے ساری عمر اِسی کام میں گزاری تھی مگر میری عمر اُس وقت ۱۷، ۱۸ سال سے زیادہ نہ تھی اور میں طالب علم تھا لیکن میں نے تبلیغ کے لئے اُسی کو چنا۔اور پندرہ بیس منٹ کی گفتگو میں ہی مَیں میں نے اُس کا ناطقہ ایسا بند کردیا کہ وہ گھبرا گیا اور یونانی کی ایک مثال پڑھ کر اُس کا مطلب بیان کیا کہ سوال تو ہر جاہل شخص کرسکتا ہے مگر جواب دینے کے لئے عقلمند چاہیئے ۔اس کا مطلب تھا کہ تم تو اعتراض کررہے ہو اور اعتراض ہر شخص حتّٰی کہ بیوقوف بھی کرسکتا ہے اور اس طرح اس نے مجھ پر طنز کر کے اپنا پیچھا چھڑانا چاہا۔مگر خدا تعالیٰ نے اس طنز میں بھی مجھے غالب کیا ۔میں نے بِلا ساختہ اسے جواب دیا کہ میں تو آپ کو عقلمند ہی سمجھ کر آیا تھا اور وہ یہ جواب سن کر شرمندہ ہو گیا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب میں طالب علم تھا اور طالب علم بھی وہ جو کبھی کسی جماعت میں پاس نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ظاہری امتحانوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے شاید اِسی لئے کبھی کامیاب نہ ہونے دیا تا جماعت کے سامنے ایک زندہ مثال رہے کہ جن کو خدا تعالیٰ بڑھاتا ہے اُنہیں ظاہری علوم کی ضرورت نہیں ہوتی ۔تم لاؤ کسی فن اور کسی علم کے آدمی کو جو مجھ سے بات کرے فلسفی، اقتصادیات کا ماہر، تاریخ دان، سائنس دان، غرضیکہ کسی علم کا جاننے والا آکر اسلام پر کسی رنگ میں اعتراض کرے میرا نہ صرف یہ دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی نصرت سے اسے اِس میدان میں شکست دے سکتا ہوں بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ میں اُسے قرآنی دلائل سے شکست دے سکتا ہوں ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک نشان رکھا ہے اُن لوگوں کے لئے جو تبلیغ سے اِس وجہ سے کتراتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں ۔ایمان کے ہوتے ہوئے علم دوسروں سے سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ایمان علم آپ سکھا لیتا ہے جب ایمان کی صیقل چڑھ جائے تو بڑے بڑے لارڈ پادریوں اور علماء کا مقابلہ انسان کرسکتا ہے ۔لیکن ہر شخص کا ایمان چونکہ اِس پایہ کا نہیں ہوتا ہر مؤمن سے ہم یہ امید نہیں رکھتے کہ وہ بڑے سے بڑے آدمی سے بڑھ جائے ۔لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ ہر مؤمن کو اپنے طبقہ کے ہر شخص پر ضرور فوقیت حاصل ہوتی ہے ۔پس کوئی شخص اپنے علم کی کمی کے عذر کی وجہ سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا لیکن افسوس کہ بہت کم لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا قادیان کے لوگ اس تحریک سے سب جماعت میں اوّل رہے ہیں ۔لیکن اس میں کسی قدر جبری بھرتی کا بھی دخل ہے ۔اگر یہاں کے لوگ بھی اپنی ذمہ واری کا پوری طرح

احساس کرتے تو یہاں سے ہی دو اڑھائی ہزار آدمی مل سکتا تھا۔ اور اگر قریب کی جماعتیں مثلاً ضلع گورداسپور، اضلاع لاہور، سیالکوٹ، گجرات، جالندھر، ہوشیارپور، امرتسر کی جماعتیں بھی اس تحریک پر صحیح طور پر لَبَّیْک کہتیں تو اتنے آدمی مل سکتے تھے کہ تبلیغ کے موجودہ میدانوں کو بہت زیادہ وسیع کیا جا سکتا تھا۔ مگر اب تو یہ حال ہے کہ صرف چار علاقوں میں تبلیغ ہو رہی ہے اور ان کے لئے بھی کافی آدمی نہیں مل رہے حالانکہ یہ بہت ہی مفید کام ثابت ہوا ہے۔ کئی نئی جماعتیں پیدا ہوئی ہیں اور کئی قائم ہونے والی ہیں۔ کئی لوگ ایسے ہیں جو توجہ کر رہے ہیں اور کئی علاقے ایسے ہیں کہ جہاں لوگوں کے لوگ جماعت در جماعت سلسلہ میں داخل ہونے کی توقع ہے۔ مگر نقص یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ بیس آدمی اس علاقہ میں گئے ہیں تو دوسری دفعہ دس ہی بھیجے جا سکے ہیں اور بقیہ دس لوگوں کے زیرِ تبلیغ رہ چکنے والوں کو جو سلسلہ کے قریب ہو چکے تھے خالی چھوڑ دینا پڑا ہے۔ زیرِ تبلیغ لوگوں کے لئے مسلسل تبلیغ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور جو لوگ احمدیت میں داخل ہو کر پکے نہیں ہو جاتے، اُن کے لئے ایک مہینہ کا وقفہ بھی مُضِرّ ہوتا ہے۔ جس طرح بچے ایک ماہ کی رُخصتوں کے بعد آتے ہیں تو پہلا لکھا پڑھا اُنہیں سب کچھ بھول چکا ہوتا ہے اسی طرح جو لوگ مذہب کو پوری طرح سمجھ نہ چکے ہوں اُنہیں ایک ماہ بھی خالی چھوڑ دیا جائے تو وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ پس جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے کہ وہ ہر فن اور ہر پیشہ کے لوگ کم سے کم ایک ماہ تبلیغ کے لئے وقف کریں ان کے علاوہ دو سَو ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو دو تین ماہ دے سکیں تا انہیں انچارج بنایا جا سکے۔ لیکن ایسے لوگ نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ ہونے چاہئیں کیونکہ انہیں رپورٹیں لکھنی ہوں گی۔ اور اگر کسی جگہ احمدیوں کو دُکھ دیا جا رہا ہو تو افسروں سے بھی ملنا ملانا پڑے گا۔ اس لئے یہ لوگ پڑھے لکھے اور تجربہ کار ہوں۔ اگر جماعت کے لوگ اس طرح اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے وقف کریں تو نہ صرف یہ کہ ان کے علم اور تجربہ میں زیادتی ہوگی بلکہ چند سالوں میں ہماری تبلیغ میں بھی اتنی وُسعت پیدا ہو جائے گی جو کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں۔ گھروں میں بے شک تبلیغ کرو مگر اس طرح ایک ایک مہینہ کے لئے وقف کرنا کئی لحاظ سے فائدہ مند ہے۔ جو لوگ اِس طرح تبلیغ کے لئے گئے ہیں ان میں سے کئی اگرچہ کورے ہی واپس آئے ہیں مگر بہت سے ہیں جن کے اندر یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ ہمیں اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہیئے تا آئندہ زیادہ اچھی طرح تبلیغ کر سکیں۔ یہ رکوع جس کی میں نے آج تلاوت کی ہے اس میں

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسے ہی جماعتی کاموں کی طرف بلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض اوقات ایسے آتے ہیں کہ ساری قوم کو قربانی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں کوتاہی نیک نتائج پیدا نہیں کرسکتی بلکہ قوم کو تباہ کردیتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے جب تم کہتے ہو کہ ہم ایمان لائے تو ایمان کے اس دعویٰ کے بعد وجہ بتاؤ کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے راستہ میں دُور دُور نکل جاؤ اور جلدی جلدی اپنے کاموں سے فارغ ہو کر آ جاؤ تو کیوں نہیں آتے۔ نفر کے ایک معنے دور دور نکل جانے کے ہیں اور ایک جلدی آ جانے کے ہیں۔ آج ریل اور جہاز سفر کے لئے موجود ہیں اور ہم کچھ مدد بھی دے دیتے ہیں ڈاک کا انتظام موجود ہے اور ہر جگہ کے حالات معلوم کر سکتے ہیں لیکن صحابہ کرام کے زمانہ میں نہ ریلیں تھیں اور نہ جہاز۔ پھر سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ ڈاک کا کوئی انتظام نہ تھا اور پتہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ ہمارا فلاں رشتہ دار کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ مگر باوجود اِس کے صحابہ کے اخلاص کا یہ حال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب اختلاف پیدا ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی شروع ہوگئی تو ایک صحابی نے کہا کہ اب یہاں جہاد کا میدان ختم ہے چلو ہم کہیں اور چلیں۔ اور وہ چین کی طرف نکل گئے اور وہاں اسلام کی بنیاد رکھی۔ اور آج چین میں جو سات کروڑ مسلمان ہیں، ان سب کا ثواب اُن کو ملتا ہوگا۔ غور کرو کہ کہاں عرب ہے اور کہاں چین۔ ہندوستان دونوں کے درمیان ہے۔ چین کی سرحد یہاں سے چار پانچ سَو میل ہے اور عرب سے دو ہزار میل لیکن ہم ابھی تک اہلِ چین کی خبر نہیں لے سکے حالانکہ اب سفر کی سہولتیں میسر ہیں، ڈاک کا سلسلہ ہے۔ اور ان مقامات پر بھی جہاں ڈاک بہت دیر سے پہنچتی ہے چھ ماہ کے اندر متعلقین کے حالات کا علم ہوسکتا ہے مگر اُس زمانہ میں یہ باتیں نہ تھیں۔ اور تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ لوگ رشتہ داروں کی تلاش میں عمریں صَرف کر دیتے تھے۔ ایک بچہ جب جوان ہوتا تو باپ کی تلاش میں نکلتا تھا اور اِسی میں بوڑھا ہو جاتا تھا لیکن آج ڈھائی آنہ کا خط ساری دنیا میں خبریں پہنچا دیتا ہے۔ پھر اُس زمانہ میں لوٹ مار کا سلسلہ بہت زیادہ تھا مگر اب نہیں۔ چین کے بعض حصوں میں بے شک ابھی یہ سلسلہ جاری ہے لیکن جاپان، سٹریٹ سیٹلمنٹس، جاوا، سماٹرا، وغیرہ میں

جاؤ وہاں کوئی خطرہ نہیں۔ پھر ریلوں اور جہازوں کا سفر ہے اور زائد چیز یہ ہے کہ امداد کی بھی صورت ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود تمہارے اندر وہ جوش نہیں جو پہلے زمانہ میں صحابہ کے اندر تھا حالانکہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ بنایا ہے اور رسول کریم ﷺ کی زندگی سے مراد صرف آپ کی ذاتی زندگی ہی نہیں بلکہ صحابہ بھی اس میں شامل ہیں وہ بھی آپ کی زندگی کا جزو ہیں اور جیسی قربانیاں انہوں نے کیں ایسی ہی خدا تعالیٰ ہم سے بھی چاہتا ہے۔ اگر ہم میں ایسے لوگ پیدا نہ ہوں تو ہم کس طرح اُن جیسا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو تعلیم سے فارغ ہو چکے ہوں اور باہر نکل جائیں مگر ہزاروں ایسے فارغ التحصیل نوجوان ہیں جو گھروں میں بیٹھے روٹیاں توڑ رہے ہیں اور ماں باپ کے لئے بوجھ بنے ہوئے ہیں مگر کوئی مفید کام نہیں کرتے پس میں جماعت کے دوستوں کو پھر خدا تعالیٰ کے الفاظ میں توجہ دلاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اس کی وجہ بتاؤ اگر تم مؤمن نہیں ہو تو پھر تو یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمیں کوئی علم نہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں پھر تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ہمارا اِس بات پر ایمان نہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پھیل جانے کا حکم ہے۔ پھر تمہیں یہ بھی اختیار ہے کہ کہہ دو کہ قرآن کریم میں اِس کے لئے ثواب اور انعام کا جو وعدہ ہے ہم اُس پر یقین نہیں رکھتے لیکن جب تم کہتے ہو کہ ہم ایمان لائے، اور جب تمہیں علم ہے کہ تبلیغ کا قرآن کریم میں عام حکم ہے اور صراحتاً اِنْفِرُوْا کا حکم موجود ہے یعنی دُور نکل جاؤ اور کلامِ الٰہی کو پھیلاؤ۔ پھر قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس کلام کے بڑے بڑے اجر ہیں تو اِن سب باتوں کے ماننے کے باوجود تم بتاؤ کہ تمہیں کیا عذر ہے کہ جب تم دین کی خدمت کے لئے جماعتی طور پر بلایا جاتا ہے تو تم فوراً اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے۔ اِنْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ میں دُور دُور نکل جانے کا بھی حکم ہے اور چند ماہ کے وقف کی جو صورت میں نے پیش کی ہے وہ بھی اِس میں شامل ہے کیونکہ اِنْفِرُوْا کے معنے صرف جلدی سے نکل کھڑے ہونے کے بھی ہوتے ہیں۔ کئی لوگ یہ عذر کر دیتے ہیں کہ ہم گھروں میں ہی تبلیغ کرتے ہیں مگر گھروں میں یکسوئی سے تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ وہاں آدمی بیوی بچوں کے مشاغل میں اُلجھا رہتا ہے۔ کبھی بچہ بیمار ہو گیا تو اُس کی طرف متوجہ ہونا پڑا، کبھی اور طرف توجہ بٹ گئی۔ لیکن دوسرے علاقہ میں دوسرے

مشاغل سے بالکل فارغ ہو جاتا ہے۔

پس میں پھر جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ یا تو وہ تبلیغ کے لئے کچھ وقت یا پورے وقت کو پیش کریں یا وجہ بتائیں کہ وہ کیوں ایسا نہیں کرتے۔تم سے یہ سوال میں نے آج پوچھا ہے لیکن اپنے ایک بچہ سے آج سے چار پانچ مہینہ پہلے یہ سوال کیا تھا حالانکہ وہ تعلیم میں مشغول ہے کہ وجہ بتاؤ تم نے اپنا نام تبلیغ کے کئے کیوں پیش نہیں کیا؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ اعلان دوسروں کے لئے ہی ہوتے ہیں اور تمہارے لئے نہیں۔اگر میں تمہیں حکم نہیں دیتا تو اِس لئے کہ تم میرے حکم سے دین کی خدمت کرنے کی وجہ سے ثواب سے محروم نہ ہو جاؤ اور چاہتا ہوں کہ نیکی کی تحریک تمہارے اپنے دل میں پیدا ہو۔ تمہارا فرض تھا کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کرتے۔تو یہ سوال میں اپنے لڑکوں سے پہلے پوچھ چکا ہوں اور آج باقی لوگوں سے کہتا ہوں کہ اپنے نفسوں سے پوچھ کر بتاؤ کہ کیوں اِس حکم پر تم عمل نہیں کرتے۔یا تو کہو کہ تبلیغ ضروری نہیں یا احمدیت کی صداقت ہم پر ظاہر نہیں ہوئی یا یہ ثابت کرو کہ اِس کے نتیجہ میں تم خدا تعالیٰ کی رضا کے امیدوار نہیں ہو۔جو شخص ان باتوں میں سے کوئی بات کہہ دے مَیں اُس پر جبر نہیں کرسکتا۔لیکن اگر احمدیت سچی ہے، اگر قرآن کریم کے ان احکام پر عمل ضروری ہے، اگر اس کے نتیجہ میں انعام حاصل ہونے پر تمہارا ایمان ہے تو پھر بتاؤ کہ خدا تعالیٰ سے تم یہ تمسخر کر رہے ہو یا نہیں کہ کہتے کچھ ہو اور کرتے کچھ ہو۔

صحابہ کرام میں سے تو ایک بڑے حصہ نے اپنے وطن دین کے لئے چھوڑ دیئے اور میں تو تم سے صرف ایک یا دو مہینہ وقف کر دینے کا مطالبہ کرتا ہوں۔یاد رکھو یہ مطالبہ میری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے میرے ذریعہ سے یہ مطالبہ کیا ہے تا پتہ لگ جائے کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہیں اگر وطن چھوڑ دینے کے لئے بلایا جائے تو وہ اِس کے لئے تیار ہوں گے۔جس طرح ریزرو فورس کو سال میں ایک مہینہ کی ٹریننگ دی جاتی ہے یہ ٹریننگ بالکل اسی طرح کی ہے اور جو شخص ایک مہینہ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتا ہے اُس کے متعلق امید کی جاسکتی ہے کہ اگر بارہ مہینوں کی ضرورت ہوئی تو بھی وہ ضرور اپنے آپ کو پیش کر دے گا۔لیکن جو لوگ ایک مہینہ کے لئے بھی اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے، اُن کو مَیں کس طرح ایسے لوگوں کی فہرست میں شامل کرسکتا ہوں جن کے متعلق یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو وہ اپنے وطنوں کو چھوڑ دیں گے۔

مشہور ہے کہ اکبر بادشاہ کے دربار میں یہ سوال پیش ہؤا کہ اندھے زیادہ ہیں یا سوجاکھے؟ اس کے دربار میں ایک شخص مولوی عبدالقادر نامی تھے۔ انہوں نے کہا اندھے بہت زیادہ ہیں۔ بادشاہ نے کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ ان کے اصرار پر اُس نے حکم دیا کہ اندھوں اور سوجاکھوں کی لسٹیں تیار کی جائیں اور انہی مولوی صاحب کو اِس کام پر مقرر کیا۔ مولوی عبدالقادر صاحب ایک بڑے بازار میں بیٹھ گئے اور لسٹ بنانے لگے۔ بادشاہ بھی ان کا کام دیکھنے کے لئے بازار میں سے گزرے۔ دوسرے دن جب اندھوں کی فہرست بادشاہ کے سامنے پیش ہوئی تو سب سے پہلے بادشاہ کا نام ہی اُس میں لکھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ مولوی عبدالقادر صاحب نے کہا کہ حضور! میں بازار میں وقت گزارنے کے لئے رَسّی بٹ رہا تھا جب آپ گزرے تو آپ نے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس سے معلوم ہؤا کہ آپ دیکھ نہیں سکتے ورنہ ہر آنکھ والا شخص دیکھ سکتا تھا کہ میں رسّی بٹ رہا تھا۔ اُن کا مطلب درحقیقت یہ تھا کہ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں میں عقل سے کام نہیں لیتے پھر وہ بینا کہلانے کا مستحق کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اور نابینا سے مراد عقل کے اندھے تھے نہ کہ ظاہری آنکھوں سے محروم۔

اب تم بتاؤ کہ اگر میں ایسے لوگوں کی لسٹیں بنانا چاہوں جن کے متعلق مجھے یقین ہو کہ وہ خدا کے لئے اپنا گھر بار اور وطن چھوڑ دیں گے تو اِس فہرست میں کن کا نام لکھوں۔ کیا اُن کو مَیں اِس میں شامل کرسکتا ہوں جنہوں نے ایک مہینہ بھی تبلیغ کے لئے وقف نہیں کیا؟ کیا تم امید کرتے ہو کہ اِس فہرست میں مَیں ایسے لوگوں کے نام لکھ دوں اور کہوں کہ اے خدا! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنا سب کچھ تیری راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں؟ اگر میں ایسا کروں تو بتاؤ کہ کیا میرا نام بھی جھوٹوں میں نہیں لکھا جائے گا؟ اس لئے میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ کا دین مر چکا ہے وہ اسے زندہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے اور آپ لوگوں نے اس خدمت کو اپنے ذمہ لیا ہے آپ کے وعدے تو بیعت کے ذریعہ بہت بڑے ہیں۔ سرِ دست صرف وعدہ کا ایک حصہ پورا کرنے کے لئے میں آپ لوگوں کو بلا رہا ہوں۔ پس آپ لوگوں کا فرض ہے کہ میری آواز پر لَبَّیْکَ کہہ کر اپنے وعدوں کی سچائی کا ثبوت دیں۔ جو آیات میں نے پڑھی ہیں ان میں موجودہ حالات کے مشابہ حالات میں خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے

کہ تم مسلمانوں سے پوچھو کہ وجہ کیا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ دور دور نکل جاؤ یا کچھ حصہ اپنے اوقات کا خدا کے لئے دو تو اِثَّاقَلْتُمْ ۔تم دنیا کے کاموں میں محو رہتے ہو اور اس حکم کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہو۔ وہی سوال میں آج آپ لوگوں سے کرتا ہوں ۔ دشمن ہماری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے جب مَیں نے یہ خطبہ پڑھا تھا تو کیا اُس نے آنکھیں بند کر لی تھیں؟ نہیں بلکہ جب ان مخالفوں نے جو اُس وقت مجلس میں بیٹھے تھے یہ خطبہ سنا تو چاروں طرف دیکھا کہ کون ہے جو اِس پر لَبَّیْکَ کہتا ہے پھر جب یہ اخباروں میں چھپا اور دشمنوں نے اسے پڑھا تو سب دشمن دیکھنے لگے کہ احمدی اس پر کس طرح عمل کرتے ہیں ۔ وہ سال بھر دیکھتے رہے کہ احمدی اِثَّاقَلْتُمْ کے مصداق ہوتے ہیں یا نـفـور کرتے ہیں ۔ بیشک یہ صحیح ہے کہ اگر غیر احمدیوں کے سامنے یہ مطالبہ پیش کیا جاتا تو باوجود اس کے کہ ان کی تعداد آٹھ کروڑ ہے ان میں سے اتنے لوگ بھی اپنے آپ کو پیش نہ کرتے جتنے احمدیوں نے پیش کئے ہیں مگر ہم نے غیروں پر ناز کرنا ہے یا اپنے ربّ کو راضی کرنا ہے؟ اگر ہمارا کام فخر کرنا ہی ہوتا تو ہم ہر سٹیج پر جا کر یہ کہہ سکتے تھے کہ تم لوگ ہمارا کیا مقابلہ کر سکتے ہو تم مُردہ ہو اور ہم زندہ ۔لیکن جب ہم نے خدا تعالیٰ کو جواب دینا ہے تو پھر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم میں سے بہت لوگ ابھی سست ہیں ۔کیا کوئی عقل مند مجسٹریٹ کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں قتل کے جُرم سے اِس لئے بری ہوں کہ میں نے صرف ایک تلوار ماری تھی اور فلاں نے دس ۔اگر کسی مجسٹریٹ کے سامنے جس کی عقل پر پردہ نہ پڑا ہوا ہو یہ عذر نہیں چل سکتا تو خدا تعالیٰ کے حضور یہ جواب کس طرح پیش کیا جا سکتا ہے ۔ جب کوئی عقل مند کسی مجسٹریٹ کے سامنے یہ عذر پیش نہیں کر سکتا تو تم خدا تعالیٰ کے حضور کس طرح پیش کر سکتے ہو۔تم خدا تعالیٰ کے سامنے یہ عذر بھی پیش نہیں کر سکتے کہ ہم میں تعلیم نہ تھی کیونکہ وہ کہے گا کہ جن کو تم نے تبلیغ کرنی تھی کیا وہ سارے تعلیم یافتہ ہی تھے؟ میں تم پر فضل کرنے والا ہوں اور جانتا ہوں کہ احمدی ہوتے ہی میں نے تمہاری عقل اور فہم کو تیز کر دیا تھا ۔ میں تمہارا اُستاد ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ عذر جھوٹ ہے ۔ جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کا سچا دین قبول کرتا ہے تو اس کو عقل اور علم دونوں دیئے جاتے ہیں پس تم یہ جواب بھی نہیں دے سکتے ۔تم غیر کو تو دھوکا دے سکتے ہو مگر اپنے خدا کو جو تمہارا اُستاد ہے دھوکا نہیں دے سکتے ۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا

فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ کیا تم آخرت کے بدلہ میں دُنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ یعنی اصل وجہ دینی خدمت میں سستی کی یہی ہے کہ آدمی خیال کر لیتا ہے۔ کون اپنا کام چھوڑ کر جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں جنت کی زندگی پسند نہیں ہے اور اگر واقعہ میں پسند نہیں۔ وہ کیوں خواہ مخواہ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔ ایک شخص اپنے دوست کیلئے پلاؤ تیار کراتا ہے مگر وہ کہتا ہے پھینکو اِسے مجھے روٹی ہی اچھی ہے تو وہ ہرگز اُسے زبردستی پکڑ کر پلاؤ اُس کے منہ میں نہیں ڈالے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تم سے کہا جاتا ہے کہ آؤ جنت کے لئے سامان مہیا کر لو تو تم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ تمہیں اُخروی زندگی پسند نہیں۔ اور جب تمہیں پسند نہیں تو پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ جنت دوں۔ اِس دنیا میں ہی تم جتنا مزا اُٹھانا چاہتے ہو اُٹھا لو مگر جنت کی مجھ سے امید نہ رکھو۔ ہاں ایک نصیحت ہے جو میں تمہیں کرنا چاہتا ہوں یہ تمہاری مرضی ہے کہ بے شک دُنیوی زندگی کو پسند کر لو مگر یہ تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ یہ ختم ہو جانے والی ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں یہ دنیا چند سالہ ہے اگر تم یہ سمجھ لو کہ یہی زندگی زیادہ شیریں ہے تو بھی تم اسے تو تسلیم کرو گے کہ اس کا عرصہ بہت تھوڑا سا ہے اور آخرت اگر اِس سے کم اچھی ہے تو بھی وہ لمبی ضرور ہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ ایک وقت وہ پلاؤ کھا لے اور باقی عمر اُسے سوکھی روٹی کھانی پڑے جس سے دانت ٹوٹ جائیں۔ پس اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ آخرت کی زندگی کا مزہ اس زندگی سے کم ہے تو بھی وہ اچھی ہے کیونکہ وہ لمبی ہے اور کوئی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ ایک وقت پلاؤ زردہ کھا کر عمر بھر فاقہ سے رہے اس کے مقابلہ میں باقاعدہ دال روٹی کو وہ زیادہ پسند کرے گا۔ تو اللہ تعال فرماتا ہے کوئی وجہ نہیں کہ تم اِس دنیا کو اگلے جہان پر ترجیح دو۔ پھر فرمایا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَّاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اگر تم اس کام کے لئے نہیں نکلو گے تو تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وہ تم کو دردناک عذاب میں مبتلاء کرے گا۔ آج تو تم یہ شکایت کرتے ہو کہ دشمن تمہیں گالیاں دیتے ہیں اور دل دُکھتا ہے لیکن اگر تم تبلیغ کرتے تو یہ حالت کیوں ہوتی۔ یہ تم چالیس سالہ سُستی کا ہی نتیجہ بُھگت رہے ہو اگر ہر فرد نے خدا تعالیٰ کے دین کے لئے ایک ایک مہینہ ہی لگایا ہوتا تو آج ہمیں تسلی ہوتی اور ہم کہہ سکتے تھے کہ خدایا! ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ یہ گالیاں تیری تقدیر کی وجہ سے مل رہی ہیں لیکن تم اپنے

دل کوٹٹولو کہ خدا کی دستگیری کی وجہ سے تم احمدی ہوئے ہو یا احمدیوں کی کوششوں سے ۔ ہر شخص محسوس کرے گا کہ زیادہ تر اُس کی احمدیت میں خدا تعالیٰ کے فضل کا دخل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ احمدی بھی کوششیں ضرور کرتے ہیں لیکن سینکڑوں، ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو خوابوں کی بناء پر احمدیت میں داخل ہوئے بہت سے ایسے ہیں کہ انہوں نے خود تحقیقات کی ۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے پاس احمدی پہنچے ۔ انہوں نے ان کو مارا پیٹا، گالیاں دیں مگر آخر کار وہ احمدی ہو گئے مگر زیادہ تر وہی ہیں جنہوں نے اپنی خوابوں یا اپنی تحقیقات یا مخالفوں کے ذریعہ ہدایت پائی ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ایک دفعہ ایک بڑے ادیب آئے اور بیعت کی وہ ایک اردو زبان کی لُغت تیار کر رہے تھے مگر ختم کرنے سے پہلے فوت ہو گئے ۔ ریاست رام پور کی طرف سے ان کے لئے وظیفہ مقرر تھا۔ بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو تبلیغ کس نے کی ؟ تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۔ جب ان سے پوچھا گیا کس طرح ؟ تو انہوں نے کہا کہ اُن کی مخالفانہ تصانیف کو دیکھ کر خیال پیدا ہوا کہ یہ کوئی اہم معاملہ ہے ۔ پھر اتفاقاً کہیں درثمین مل گئی اُسے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسلام دشمنی کا جو الزام وہ لگاتے تھے سراسر جھوٹ تھا۔ اس پر مزید مطالعہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے سینہ کھول دیا۔ تو ہزاروں ایسے لوگ ہیں جن کو مخالفوں نے تبلیغ کی اور آج بھی جتنے لوگ احمدیت کے نام سے واقف ہیں ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جو احرار کی کوششوں کی وجہ سے واقف ہیں ہماری وجہ سے کم ہیں ۔ اس لئے ہم پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم تبلیغ کے لئے نہیں نکلو گے تو دردناک عذاب میں مبتلاء کئے جاؤ گے اور اس سے زیادہ دردناک عذاب کیا ہوسکتا ہے کہ ہماری غفلت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے مأمور اور اُس کے نشانوں کو گالیاں دی جائیں ۔ اگر دل میں ذرہ بھی ایمان ہو اِس نظارہ سے دل پھٹ جاتا ہے مگر اِس سے بھی زیادہ ایک اور عذاب ہے ۔ چنانچہ فرمایا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۔ پہلے تو تمہیں دُکھ دِلوائیں گے اور پھر تم کو مرتد کرا دیں گے اور تمہاری جگہ اور لوگ ایمان لے آئیں گے ۔ اِسۡتَبۡدَلَ ۔ ایک چیز لے لینے اور دوسری دینے کو کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تمہیں چھوڑ دیں گے اور دوسروں کو ایمان نصیب کر دیں گے ۔ وَلَا تَضُرُّوۡہُ شَیۡئًا اور وہ بڑی بڑی ڈینگیں مارنے والے جو کہا کرتے تھے کہ ہم نے یوں قربانی کی اور اس طرح دین کی امداد کی اُن سے

کہیں گے کہ تم اپنی ساری قربانیاں گھر لے جاؤ پھر بھی سلسلہ کو کوئی ضُعف نہیں پہنچے گا۔تم مرتد ہو جاؤ گے، چلے جاؤ گے، پھر بھی سلسلہ ترقی کرے گا۔وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم پر ہی ساری ذمہ داریاں ہیں اگر ہم یہ کام نہ کریں گے اور کون کرے گا۔جس خدا نے تمہیں ایمان دیا تھا وہ مرتد بھی کرسکتا ہے اور دوسروں کو ایمان نصیب کرسکتا ہے۔پس اگر تم گھروں سے نہ نکلو گے تو پہلے ہم تمہیں دشمنوں سے عذاب دلوائیں گے اور پھر مرتد کر کے اگلے جہان میں خود عذاب دیں گے ۔تم یہ نہ سمجھو کہ ایمان کے بعد ارتداد کس طرح ہوسکتا ہے۔اِردگرد دیکھو۔کتنے ہیں جو سستیوں کی وجہ سے ارتداد کی طرف چلے گئے ہیں۔ایک ارتداد کا درمیانی طبقہ پیغامی ہیں جن کا بڑا کام آج صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کی تخفیف کرنا رہ گیا ہے۔وہ بڑی بے تکلّفی سے کبھی ظلّی نبوت کی تخفیف کریں گے، کبھی کہیں گے کہ ظلّ کو تو جوتے مارنے بھی جائز ہوتے ہیں۔ان میں اگر کوئی سمجھ دار ہو اور غور کرے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو عظمت ان کے دلوں میں پہلے تھی، کیا اب بھی وہی ہے تو اُسے بڑا فرق نظر آئے گا۔میں نہیں سمجھتا کہ وہ قسم کھا کر کہہ سکتے ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جو عقیدت ان کے دلوں میں پہلے تھی وہی اب ہے۔غیر احمدیوں سے پوچھ کر دیکھ لو کہ ان لوگوں کے دلوں میں احمدیت کے لئے جو جوش پہلے تھا کیا اب بھی ہے؟ غالبًا وہ بھی یہی شہادت دیں گے کہ پہلے وہ احمدیت کا بہت جوش رکھتے تھے مگر اب وہ سرد ہے۔پھر اِن سے آگے چلے جاؤ تو وہ لوگ بھی موجود ہیں۔جو حقیقی معنوں میں مرتد ہو چکے ہیں اور گالیاں دینا ان کا صبح شام کا شُغل ہے۔پس یہ ناممکن امر نہیں اور مؤمن کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں سستی کی سزا میں ایمان ضائع ہو کر ارتداد کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔اِس کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔فرمایا۔خدا تعالیٰ تو تمہیں ثواب حاصل کرنے کا موقع دینا چاہتا ہے ورنہ اگر تم مدد نہ بھی کرو گے تو بھی خدا خود اپنے رسول کی مدد کرے گا۔اور خدا تعالیٰ اس سے پہلے ایسے اوقات میں اس کی امداد کر چکا ہے جبکہ اس کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔اگر بندوں کی مدد سے ہی اِس کا کام چل سکتا ہے تو اُس وقت اُس کی کون مدد کرتا تھا۔تم سارے تو اُس وقت تلواریں لئے

پھرتے تھے، اسے قتل کرنا چاہتے تھے مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے اسکی مدد کی۔ اور یہ اتنی کھلی بات ہے کہ کافر بھی اسے محسوس کرتے ہیں۔

کارلائل انگلستان کے چوٹی کے مصنفین میں سے ایک ہے اور ایسے مصنفین میں سے ہے جو اقوام کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو اسکے صاف معنے ہیں کہ کوئی تلوار چلانے والے بھی تھے پس سوال یہ ہے کہ وہ تلوار چلانے والے کہاں سے آئے تھے اور انہیں اسلام میں کون لایا تھا؟ اگر کہو کہ وہ تبلیغ سے مسلمان ہوئے تھے تو جو مذہب تلوار چلانے والوں کو فتح کرسکتا تھا دوسروں کو بھی فتح کرسکتا تھا۔ یہ کیا ہی فطرت کے مطابق جواب ہے غرض اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اگر تم کہہ دو کہ ہم سے مدد نہیں ہوسکتی تو تمہاری مدد کی ضرورت ہی کیا ہے تم صاف کہہ دو ہم نہیں کرتے۔ یہ درمیانی طریق کیوں اختیار کرتے ہو۔

میں بھی یہی بات آج جماعت سے کہتا ہوں کہ اگر تم میری مدد اُس حد تک نہیں کرنا چاہتے جس حد تک میرے نزدیک دین مدد کا محتاج ہے تو صاف کہہ دو۔ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ وہ خواہ آسمان سے اُتارے یا زمین سے نکالے اپنے سلسلہ کی ترقی کے سامان خود کرے گا۔ تم کہہ دو کہ ہم ساتھ نہیں جاسکتے یا صرف فلاں حد تک جانے کے لئے تیار ہیں۔ جو ایسا کہہ دے گا اُس کی بیعت اگر میں چاہوں تو رکھوں گا ورنہ نہیں۔ اور اگر رکھوں گا تو پھر ساتھ نہ چلنے کا اُس پر مجھے شکوہ نہ ہوگا شکوہ ہے تو ان لوگوں پر جو بیعت کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہم ہر قربانی کے لئے تیار ہیں ہمارا سب کچھ حاضر ہے مگر پھر ساتھ نہیں چلتے بلکہ جب حقیقی قربانی کا وقت آتا ہے سستی دکھاتے ہیں۔ دیکھو! ایک شخص اگر دوسرے سے کہے کہ تم اس سال غلہ نہ خریدو اور کوئی انتظام نہ کرو اس سال کے لئے میں تمہارے غلہ کا ذمہ دار ہوں اور پھر غلہ کا انتظام بھی نہ کرے تو اُس پر ضرور شکوہ ہوگا لیکن اگر وہ نہ آتا اور کوئی وعدہ نہ کرتا تو پھر اُس پر کوئی شکوہ نہ ہوتا بلکہ اُس پر شکوہ کرنے والے کو ہر شخص بے حیا کہتا۔ لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ تم سامان نہ کرو اب کے سال غلہ میرے ذمہ ہے اور میں بھیج دوں گا تو پھر نہ بھیجنے کی صورت میں اسے بے حیا کہا جائے گا۔ تو اس نے خواہ مخواہ دوسرے کو دھوکا دیا اور اس کے لئے تکلیف کا موجب ہوا۔ اسی طرح میرا تم پر کوئی حق نہیں بلکہ تم پر تو

کیا مذہب کے بارہ میں میرا اپنے بیوی بچوں پر بھی کوئی حق نہیں ۔اگر میری کوئی بیوی یا بچہ کہہ دے کہ میں احمدی نہیں تو مذہبی لحاظ سے اُس پر میرا کوئی حق نہیں ۔اوراسی طرح اگر تم میں سے کوئی یہ کہہ دے کہ وہ بیعت میں نہیں رہنا چاہتا یا بعض شرائط کے ساتھ بیعت رکھنا چاہتا ہے اور میں اُس کی بیعت کو قبول کرلوں تو میرا حق نہیں کہ ان شرطوں سے آگے اُسے جانے کے لئے مجبور کروں ۔جیسے رسول کریم ﷺ نے اہل مدینہ کی پہلی بیعت میں شرط منظور کی تھی کہ مدینہ کے مسلمان اُسی وقت رسول کریم ﷺ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے جب کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہوں ۔مدینہ سے باہر وہ لڑائی کے ذمہ دار نہ ہوں گے ۔[۲] اگر اسی طرح آج کوئی شرطی بیعت کرنا چاہتا ہے تو اسے بیعت سے پہلے واضح کر دینا چاہیئے تا کہ میں چاہوں تو اُس کی بیعت قبول کروں اور چاہوں تو ردّ کر دوں ۔اور اگر ایسے شخص کی بیعت منظور کروں تو بے شک میرا حق نہیں ہوگا کہ اُسے اُس حد سے آگے لے جاؤں جس حد تک ساتھ چلنے کا اُس کا وعدہ ہو۔لیکن جو شخص پہلے بے شرط بیعت کرتا اور بعد میں شرطیں باندھتا ہے ۔ دین کے لئے قربانی کرنے سے ہچکچاتا اور بہانے بناتا ہے وہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے کیوں مطالبہ کیا جاتا ہے میں کہوں گا کہ تمہارے اپنے اقرار کی وجہ سے تم سے مطالبہ کیا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے رسول کریم ﷺ کے ذریعہ دریافت کرتا ہے کہ میں تو تم سے مدد مانگنے کے لئے نہیں گیا تھا تم نے خود کہا تھا کہ ہم مہاجر اور انصار بنتے ہیں ورنہ جب تم نہیں تھے اُس وقت بھی خدا اپنے رسول کی مدد کرتا تھا تم نے کہا ہم مدد کرتے ہیں خدا تعالیٰ نے کہا کہ اچھا! ہم خدمت کا موقع تمہیں دیتے ہیں ہاں اگر تم خود مدد کرنا نہ چاہو تو ہم تمہیں مجبور نہیں کر سکتے ۔ یہ دیکھ لو کہ جب ہمارا رسول صرف ایک ساتھی کے ساتھ مکہ سے باہر نکلا تھا اُس وقت اُس کی کس نے مدد کی تھی؟ یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض لوگ ثَانِيَ اثْنَيْنِ کا ترجمہ دو میں سے دوسرا کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں ثَـانِـيْ کا لفظ زائد آ گیا ہے لیکن یہ درست نہیں ۔ثَـانِيَ اثْنَيْنِ کے معنی ہی یہ ہیں کہ جب اُس کے ساتھ صرف ایک شخص تھا یعنی دو شخصوں میں سے یہ ایک تھا۔ اِس میں کوئی لفظ زائد نہیں اور جو اِس کے کوئی اور معنے کرتا ہے وہ عربی سے ناواقفی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے ۔غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کافروں نے ہمارے رسول کو نکال دیا تو اُس وقت جب صرف ایک ساتھی اس کے ساتھ تھا اُس وقت بھی ہم نے اِس کی مدد کی ۔ یہ اشارہ غارِ ثور کے واقعہ کی طرف ہے تفصیل اِس اِجمال کی یہ ہے کہ جب بعض صحابہ حبشہ کو اور بعض

مدینہ کو ہجرت کر گئے تو آنحضرت ﷺ کو بھی بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ آپ بھی ہجرت کریں۔ مگر آپ نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے پر کروں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی کئی بار ہجرت کی خواہش کی مگر اُن کو بھی آپ نے روک دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ الہاماً آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ آپ کے ساتھی ہونگے۔ ایک دن آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور فرمایا کہ آج ہجرت کا حکم مجھے ہو گیا ہے اِس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مجھے بھی ساتھ چلنے کا موقع دیجیے۔ اور میرے پاس ایک تیز رفتار اونٹنی ہے اِسے ہدیۃً قبول فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ساتھ چلنے کی تو اجازت ہے مگر اونٹنی میں تحفۃً نہیں لوں گا بلکہ اُس کی قیمت دوں گا۔ رات کے وقت آنحضرت ﷺ ایسے وقت میں گھر سے نکلے جب ہر قوم کا ایک ایک آدمی تلواریں لئے مکان کے باہر اِس نیت سے کھڑا تھا کہ آپ باہر نکلیں تو قتل کر دیا جائے۔ آپ کو اُن کے اِس منصوبہ کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا تھا۔ اِس لئے آپ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا دیا تا کُفّار مطمئن رہیں کہ آپ گھر میں سو رہے ہیں۔ وہ دروازوں کی دراڑوں میں سے دیکھتے تھے اور اِس انتظار میں تھے کہ گھر سے باہر آئیں تو آپ کو قتل کریں۔ مگر آنحضرت ﷺ اندھیرے میں نکل کر ان کے سامنے باہر نکل گئے اور کفار سمجھے کہ یہ کوئی اور شخص ہے، آپ اندر لیٹے ہوئے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے مقررہ جگہ پر پہنچ کر حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا اور غارِ ثور پر جا پہنچے۔ میں اُس غار کے قریب تک گیا ہوں لیکن افسوس ہے کہ دل کے ضعف کی وجہ سے میں عین اُس کے دہانہ پر نہیں پہنچ سکا۔ سَو پچاس گز کے فاصلہ پر تھک کر رہ گیا۔ رستہ سخت دشوار گزار ہے اور میرا دل چونکہ زیادہ چڑھائی پر چڑھنے سے دھڑکنے لگتا ہے اس لئے میں عین وہاں تک نہ پہنچ سکا مگر اپنے ایک ساتھی کو وہاں تک بھیجا۔ جس نے بتایا کہ کئی گز چوڑا منہ ہے۔ غرض آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر کو لیکر وہاں پہنچ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ چونکہ تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے کعبہ میں جایا کرتے تھے اِس لئے کفار کا ارادہ یہ تھا کہ جب تہجد کے لئے گھر سے باہر نکلیں گے تو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ آپ جب گھر سے نکلے تو کسی نے یہ دریافت ہی نہیں کیا کہ کون ہے۔ انہیں یقین تھا کہ آپ لیٹے ہوئے ہیں (چارپائی پر یا زمین پر جہاں بھی آپ سوتے تھے) کیونکہ حضرت علیؓ اُنہیں آپ کی جگہ پر لیٹے ہوئے نظر آتے تھے۔ صبح کے وقت جب آپ گھر سے نہ نکلے بلکہ ان کی جگہ حضرت علیؓ گھر سے نکلے تو اُن کو بہت حیرت ہوئی اور اُن

کو پتہ لگ گیا کہ آپ رات کو چلے گئے ہیں اس لئے کھوجیوں کو بلایا گیا اور تعاقب کیا گیا۔کھوجی تعاقب کرنے والوں کولیکر اِس غار پر پہنچا اور کہا کہ نشان یہیں تک ہے یا تو وہ اِس غار کے اندر ہیں اور یا آسمان پر چلے گئے ہیں۔عرب کے کھوجی بہت ماہر ہوتے تھے اور اُن کی بات پر اعتبار کیا جاتا تھا لیکن اُس وقت اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا تصرف اُن کے دلوں پر کیا کہ باوجود کھوجی کے اصرار کے اُنہوں نے یقین نہ کیا کہ آپ اِس غار میں ہیں۔وجہ یہ ہوئی کہ غار کے اِردگرد اُس کے دہانہ پر جھاڑیاں ہیں۔رسول کریم ﷺ کے اندر جانے کے بعد ان پر مکڑیوں نے جالا تن دیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مکڑی ایک منٹ میں جالا تن دیتی ہے۔ہم بچپن میں یہ کھیل دیکھا کرتے تھے کہ ایک مکڑی نے جالا تننا شروع کیا ہے اور ایک منٹ میں تن دیا ہے مگر تصرّفِ الٰہی کے ماتحت اُن کی عقل ایسی ماری گئی کہ انہوں نے خیال کیا کہ اِس غار میں کوئی نہیں اُترا کیونکہ اگر کوئی اُترتا تو یہ جالے ٹوٹ جاتے۔اُس وقت جب کھوجی یہ باتیں کر رہا تھا کہ آپ یا اس غار میں ہیں یا آسمان پر چلے گئے ہیں، اُس وقت کیا مشکل تھا کہ وہ نیچے جھانک کر دیکھ لیتے مگر یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ کسی کو اِس کی توفیق نہ ہوئی۔لیکن کھوجی کے یہ الفاظ کہنے سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ مکہ کے لوگ ضرور غار کے اندر اُتر کر دیکھیں گے۔پس اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے گھبرا کر کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اب کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ گھبراہٹ کی بات نہیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مجھے اپنے متعلق تو کوئی گھبراہٹ نہیں۔کیونکہ اگر میں مارا گیا تو میں ایک فرد ہوں مجھے آپ کے متعلق فکر ہے کیونکہ اگر آپ مارے گئے تو دین اور اُمت تباہ ہو جائیں گے۔یہ محبت بھرے الفاظ اللہ تعالیٰ کو اِس قدر پسند آئے کہ رسول کریم ﷺ کو وحی ہوئی کہ اپنے ساتھی سے کہہ دو کہ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔[۳] جس کا مطلب یہ تھا کہ اے رسول! تو ابوبکرؓ سے کہہ دے کہ رسول کے لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔اللہ نہ صرف اس کا بلکہ اس کا ساتھی ہونے کی وجہ سے تیرا بھی محافظ ہے۔بعض نادان اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے مگر یہ نہیں سوچتے کہ یہ گھبراہٹ اپنے لئے نہیں تھی بلکہ رسول کریم ﷺ کی خاطر تھی۔آپ کی اِس حرکت پر ایک اعتراض ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ کیا ان کا یہ ایمان نہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔اور اِس کا جواب یہ ہے کہ ’’عشق است و ہزار بدگمانی‘‘ جب عشق کمال کو پہنچ جائے تو اس کے ماتحت کئی قسم کے توہمات شروع ہو جاتے ہیں اور

وہ بھی قابلِ قدر ہوتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اوّل مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ بعض دفعہ کوئی غیر میری شکایت کر دیتا تو مجھ سے پوچھتے۔ جب میرا جواب سن لیتے تو کہتے میاں بُرا نہ منانا ''عشق است و ہزار بدگمانی''

مجھے اِس وقت بچپن کی ایک بات یاد آ گئی مجھے اس پر ہنسی بھی آیا کرتی ہے اور اس پر ناز بھی۔ ہے تو وہ جہالت کی بات۔ مگر ایسی جہالت جس پر عقل کے ہزاروں فعل قربان کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ رات کے وقت صحن میں سو رہے تھے کہ بادل زور شور سے گھر آئے اور بجلی نہایت زور سے کڑکی۔ وہ کڑک اِس قدر شدید تھی کہ ہر شخص نے یہی سمجھا کہ گویا بالکل اُس کے پاس بجلی گری ہے۔ اِس کیفیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہمارے بورڈنگ ہاؤس کا ایک لڑکا اُس وقت گھبرا کر چارپائی سے گر پڑا اور اس نے خیال کیا کہ بجلی مجھ پر گری ہے اور اِس خوف سے اِس نے شور مچانا شروع کیا مگر دہشت کی وجہ سے اُس کی زبان سے لفظ تک نہیں نکلتا تھا۔ سننے والے حیران تھے کہ وہ چارپائی کے نیچے پڑا ہوا ''بلّی بلّی'' کا شور کر رہا تھا آخر کچھ دیر کے بعد وہ سمجھے کہ یہ بجلی بجلی کر رہا ہے۔ خیر تو جب بادل زور سے آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو صحن میں سو رہے تھے چارپائی سے اُٹھ کر کمرہ کی طرف جانے لگے۔ دروازہ کے قریب پہنچے کہ بجلی زور سے کڑکی۔ میں اُس وقت آپ کے پیچھے تھا میں نے اُسی وقت اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر آپ کے سر پر رکھ دیئے۔ اس خیال سے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے آپ پر نہ گرے اب یہ ایک جہالت کی بات تھی بجلیاں جس خدا کے ہاتھ میں ہیں اُس کا تعلق میری نسبت آپ سے زیادہ تھا بلکہ آپ کے طفیل مَیں بھی بجلی سے بچ سکتا تھا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہاتھوں سے بجلی کو نہیں روکا جا سکتا مگر عشق کی وجہ سے مجھے اِن سب باتوں میں سے کوئی بات بھی یاد نہ رہی۔ محبت کے وفور کی وجہ سے یہ سب باتیں میری نظر سے اوجھل ہو گئیں اور میں نے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ یہ جہالت کی بات تھی مگر اس جہالت پر میں آج بھی ہزار عقل قربان کر دینے کے لئے تیار ہوں کیونکہ یہ جہالت عشق کی وجہ سے تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی آنحضرت ﷺ سے عشقیہ تھا۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہونے کے لئے مکہ سے نکلے تو اُس وقت بھی آپ کا تعلق عاشقانہ تھا اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو اُس وقت بھی تعلق عاشقانہ تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ پر اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّه‘ كَانَ تَوَّابًا[۴] کی وحی قرآنی نازل ہوئی جس میں مخفی طور پر آپ کی وفات کی خبر تھی تو آپ نے خطبہ پڑھا اور اُس میں اِس سورۃ کے نزول کا ذکر فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اپنی رفاقت اور دُنیوی ترقیات میں سے ایک کے انتخاب کی اجازت دی اور اُس نے خدا تعالیٰ کی رفاقت کو ترجیح دی۔ اِس سورۃ کو سن کر سب صحابہ کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھے اور سب اللہ تعالیٰ کی تکبیر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اب یہ دن آ رہا ہے مگر جس وقت باقی سب لوگ خوش تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی چیخیں نکل گئیں اور آپ بے تاب ہو کر رو پڑے اور آپ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! آپ پر ہمارے ماں باپ اور بیوی بچے سب قربان ہوں۔ آپ کے لئے ہم ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں گویا جس طرح کسی عزیز کے بیمار ہونے پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے اُسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے اپنی اور اپنے سب عزیزوں کی قربانی آنحضرت ﷺ کے لئے پیش کی۔ آپ کے رونے کو دیکھ کر اور اِس بات کو سن کر بعض صحابہ نے کہا دیکھو! اِس بڑھے کو کیا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ رفاقت کو پسند کرے یا دُنیوی ترقی کو اور اُس نے رفاقت کو پسند کیا یہ کیوں رو رہا ہے؟ اِس جگہ تو اسلام کی فتوحات کا وعدہ پیش کیا جا رہا ہے۔ حتّٰی کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے بھی اس کا اظہارِ حیرت کیا۔ رسول کریم ﷺ نے لوگوں کے اِس استعجاب کو محسوس کیا اور حضرت ابوبکرؓ کی بیتابی کو دیکھا اور آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ابوبکر مجھے اتنے محبوب ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ان کو خلیل بناتا۔ مگر اب بھی یہ میرے دوست اور صحابی ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ آج سے سب لوگوں کے گھروں کی کھڑکیاں جو مسجد میں کھلتی ہیں بند کر دی جائیں سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔[۵] اور اس طرح آپ کے عشق کی آنحضرت ﷺ نے داد دی۔ کیونکہ یہ عشقِ کامل تھا جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ اس فتح و نصرت کی خبر کے پیچھے آنحضرت ﷺ کی وفات کی خبر ہے اور آپ نے اپنی اور اپنے سب عزیزوں کی جان کا فدیہ پیش کیا کہ ہم مر جائیں مگر آپ زندہ رہیں۔ رسول کریم ﷺ کی وفات پر بھی حضرت ابوبکرؓ نے اعلیٰ نمونہ عشق کا دکھایا۔ غرض حضرت ابوبکرؓ نے غارِ ثور میں اپنی جان کے لئے گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا بلکہ رسول کریم ﷺ کے لئے۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو خاص طور پر تسلی دی۔ اِس واقعہ کی طرف ان آیات

میں اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِس خطرناک موقع پر کس نے رسول کریم ﷺ کی مدد کی تھی؟ اُس وقت بھی ہم نے ہی اُسے بچایا تھا اور اگر آج بھی تم جواب دے دو تو ہم خود اِس کی مدد کریں گے۔

پس اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو کہ یہ طریق بالکل غلط ہے کہ نہ کام کیا جائے اور نہ جواب دیا جائے کوئی شریف انسان اس طریق کو اختیار کرنا پسند نہیں کرے گا۔ میرے ہاتھ میں تلوار نہیں کہ کوئی کہہ دے میں ڈر گیا تھا اور ڈر کر میں نے اقرار کر لیا تھا۔ جب کوئی شخص کام کرنا نہیں چاہتا تو وہ کہہ دے یا جس حد تک کرنا چاہتا ہے وہ بتا دے مگر جب کوئی شرط نہیں تو پھر کیوں تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔ بے شک جس کا دل چاہے ہٹ جائے اللہ تعالیٰ اپنے سلسلہ کی ترقی اور حفاظت کے سامان خود پیدا کر دے گا۔ گھبراہٹ اگر ہو سکتی ہے تو مجھے جس پر ذمہ داری ہے مگر میں جانتا ہوں کہ خواہ سارے مجھے چھوڑ جائیں اللہ تعالیٰ خود میری مدد کا سامان پیدا کر دے گا اور مجھے کامیابی عطا کرے گا لیکن بفرضِ محال اُس نے میرے لئے اِس جدو جہد میں موت ہی مقدر کی ہوئی ہے تو میں اِس موت کو بُرا نہیں سمجھتا۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرنا بھی خواہ بظاہر ناکامی کی شکل میں بہت پیارا ہوتا ہے پس جسے دنیا ناکامی سمجھتی ہے وہ بھی میرے لئے کامیابی ہے اور جو اس کے نزدیک کامیابی ہے وہ بھی میرے لئے کامیابی ہی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا**۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے رسول کے دل پر سکینت نازل کی۔ اور جب ظاہری لشکر ناپید تھے اُس نے اِس کی مدد ایسے لشکروں کے ذریعہ سے کی جو دنیا کو نہ نظر آتے تھے۔ اب بھی دیکھ لو کہ احمدی جماعت جس قدر سستی تبلیغ میں کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتے اِس کی کسر پوری کر دیتے ہیں۔ کئی لوگ بیعت کے لئے آتے ہیں اور پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ بیعت کا حکم ہمیں کشف یا رؤیا میں ہؤا تھا۔ کئی دفعہ حکم ہؤا لیکن ہم سستی کرتے رہے آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انذار آیا کہ اگر بیعت نہ کرو گے تو تمہارا خاندان تباہ کر دیا جائیگا اِس پر ہم بیعت کے لئے آمادہ ہو گئے۔ جس پیرے کا قصہ میں نے سنایا ہے، اُس کے ایک بھتیجے کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ وہ پہلے نماز نہیں پڑھتا تھا پھر یکدم نمازیں پڑھنے لگ گیا اور اُس نے بیعت کر لی۔ دو چار دن برابر نمازوں میں دیکھ کر حضرت خلیفہ اول نے اُس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تم باقاعدہ نماز پڑھتے ہو پہلے تو باوجود بار بار کی تاکید کے تم نمازوں سے بھاگتے تھے۔ اُس نے

اپنے پنجابی لہجہ میں کہا کہ مولوی صاحب مجھے بھی ہلام ہوُا تھا۔ (الہام ہوُا تھا) کہ تو نماز پڑھا کر۔ حضرت خلیفہ اول نے پوچھا کیا الہام ہوُا تھا؟ تو اُس نے کہا یہ الہام ہوُا تھا اوٹھ اوئے سورا نماز پڑھ۔ یعنی اوسورا اُٹھ کر نماز پڑھ۔ غرض خدا تعالیٰ کو آدمیوں کی ضرورت نہیں وہ کام لینا چاہے تو ملائکہ سے ہی کام لے لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے سلسلہ کی ترقی کے لئے دیانت اور امانت کی آدمیوں سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے جولوگ دیانتداری کے ساتھ چلنا نہیں چاہتے اُنہیں چاہئے کہ پیچھے ہٹ جائیں اور میدان سے الگ ہوجائیں اور یہ بالکل نہ کہیں کہ ہم اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ وہ اس طرح اپنے آپ کو اور گنہگار بناتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى باوجود اس کے کہ ہمارا رسول اکیلا تھا گو ابوبکر ساتھ تھے مگر وہ بھی آپ میں مدغم تھے کیونکہ صدیق اُسی کو کہتے ہیں جو نبی سے کامل اتحاد رکھتا ہو پس ان کے ساتھ ہونے کے باوجود آپ اکیلے تھے) پھر بھی اللہ تعالیٰ نے کفار کی مجموعی تدابیر کو ناکام بنادیا اور اُس نے فتح دی۔ پس ظاہری تدبیروں سے کچھ نہیں بنتا ہم تو صرف تمہیں ثواب کا موقع دیتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے پس اُسے کسی کی احتیاج ہی کیا ہوسکتی ہے پھر فرمایا اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی ہم اپنے قول کو دوبارہ دُہراتے ہیں کہ اتنی نصیحت کے بعد شائد تمہارے دل نرم ہو گئے ہوں اور تم حکمِ خداوندی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو۔ اور کہتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ حالات کے تقاضا کے مطابق تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کھڑے ہو۔ خواہ خفیف ہونے کی حالت میں خواہ ثقیل ہونے کی حالت میں۔ خفیف اور ثقیل کے معنی جوان اور بوڑھے کے بھی ہوسکتے ہیں۔ غریب اور امیر کے بھی تندرست اور بیمار کے بھی۔ فارغ اور مشغول کے بھی۔ مجرد اور متأہل کے بھی۔ بے سروسامان اور ساز وسامان والے کے بھی۔ سوار اور پیادہ کے بھی اور اکیلے اور جتھے والے کے بھی۔ اِن سب حالتوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم کو خدا کی راہ میں نکل کھڑا ہونا چاہئے اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا چاہئے۔ شاید کوئی کہے کہ یہاں تو جہاد کا حکم ہے ہم اس کے کس طرح مخاطب ہوسکتے ہیں؟ مگر یاد رکھو کہ بانی سلسلہ احمدیہ تو ساری عمر یہی تعلیم دیتے رہے ہیں کہ جہاد صرف تلوار کا نہیں ہوتا بلکہ جہاد ہر اُس قربانی کو کہتے ہیں جو

اشاعتِ دین اور نصرتِ ملّت کے لئے مسلمان کریں۔ پس یہ عذر بھی کسی کو اُس کی ذمہ داری سے بچا نہیں سکتا۔ اِس وقت جن راہوں سے اسلام کی مدد ہوسکتی ہے وہی اِس وقت کا جہاد ہے پھر ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ کاش! تمہیں علمِ غیب ہوتا اور تم سمجھ سکتے کہ جس کام کے لئے تمہیں بلایا جاتا ہے وہ بہت اچھا ہے پھر فرمایا لَوْ کَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْکَ وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْھِمُ الشُّقَّةُ۔ وہ سست لوگ جو اِس وقت تیرے ساتھ چلنے کو تیار نہیں اگر دُنیوی نفع کا سوال ہوتا، مال ملنے کی امید ہوتی اور سفر تھوڑا ہوتا تو یہ ضرور ساتھ ہو لیتے لیکن تُو تو اِن کو دُور کی منزل پر لے جانا چاہتا ہے۔ مثلاً اخلاق میں انہیں بلندترین چوٹی پر لے جانا چاہتا ہے، تبلیغ کے لئے دنیا کے کناروں تک پہنچانا چاہتا ہے اور جنگ میں انتہائی فدائیت کا مطالبہ کرتا ہے اس لئے اِن پر تیرا ساتھ دینا شاق گزرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ میری منزل بہت کٹھن اور راستہ پُرخار ہے پس وہی میرے ساتھ چلے جو اِن مشکلات کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو۔ جو قربانی کے لئے تیار نہیں اسے ساتھ چلنے کی ضرورت نہیں۔[۶] وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَکُمْ یُھْلِکُوْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ۔ فرماتا ہے کہ یہ قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہمیں طاقت ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ یہ لوگ یہ بہانہ بنا کر اپنے نفسوں کو ہلاک کررہے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے جھوٹ کو جانتا ہے اور اُس سے جھوٹ بولنا بالکل بے کار ہے۔

آج بھی اگر کمزوروں سے مَیں دریافت کروں کہ کیوں تبلیغ کے لئے اپنی زندگیاں یا زندگیوں کا ایک حصہ وقف نہیں کرتے تو وہ بیسیوں عذر تراش لیں گے لیکن ان کے یہ عذر بالکل فضول ہونگے کیونکہ ان کا معاملہ میرے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ دیکھو! یہ رکوع جو میں نے سنایا ہے تیرہ سَو سال پہلے رسول کریم ﷺ پر نازل ہؤا تھا لیکن اس کا ایک ایک لفظ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی نازل ہؤا ہے۔ اور ہماری جماعت کی موجودہ حالت کے متعلق ہے پس تم اس سے نصیحت حاصل کرو۔ یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے بلکہ اس کا ایک ایک لفظ مَیں قرآن کریم سے ثابت کرسکتا ہوں۔ اور ایک ایک حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں مگر سوچنے والے دماغ اور ایمان لانے والے دل کی ضرورت ہے پس یہ

خیال مت کرو کہ جو میں نے کہا ہے، وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اُس نے کہا ہے جس کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے میں اگر مر بھی جاؤں تو دوسرے سے یہی کہلوائے گا اور اُس کے مرنے کے بعد کسی اور سے۔ بہرحال چھوڑیگا نہیں جب تک تم سے اس کی پابندی نہ کرالے۔ یہ پہلا قدم ہے اور اس کے بعد اَور بہت سے قدم ہیں یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں اور جب تم پہلی باری پر عمل کرلو گے تو پھر اور بتائی جائیں گی۔ لیکن جب تک ان پر عمل نہ کرو اَور نئی کس طرح پیش کی جاسکتی ہیں۔ آخر میں مَیں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ سستیوں اور غفلتوں کو دُور کرو، اپنے اندر بیداری پیدا کرو، ہر تحریک میں طاقت کے مطابق حصہ لو۔ مگر طاقت کا اندازہ وہ نہ کرو جو منافق کرتا ہے بلکہ وہ کرو جو مؤمن کرتا ہے۔ چندہ اور امانت فنڈ دونوں میں حصہ لو اور سادہ زندگی اختیار کرو کہ وہ نور بخشنے والی ہے۔ جو اِسے اختیار نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اس کے لئے جہنم تیار ہے۔ کوئی بات میں نے ایسی نہیں کہی جس کی کل کو ضرورت نہیں پیش آنے والی۔ جب وقت آئیگا تو وہ لوگ جنہوں نے مان کر عمل کیا دعائیں دیں گے کہ خدا بھلا کرے جس نے ہمیں اِس وقت کے لئے تیار کر دیا تھا اور نہ ماننے والے اپنے آپ کو لعنت کریں گے۔ احمدیت اسلام کا نام ہے جس طرح اسلام نے تلوار کے سایہ میں پرورش پائی تھی۔ اسی طرح جب تک دنیا کا چپہ چپہ احمدیوں کے خون سے رنگین نہیں ہوتا احمدیت ترقی نہیں کرسکتی۔ اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے بغیر ہی ترقی حاصل ہو جائے گی تو تم سے زیادہ بے وقوف، دھوکا خوردہ اور پاگل دنیا میں اور کوئی نہیں۔ ہر ملک میں اور ہر علاقہ میں تمہیں ہر طرح کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ اور اِس کے لئے جو سپاہی آپ مشق نہیں کرتا وہ کل جان کب دے سکے گا۔ یہ سپاہیانہ مشقیں ہیں اور وہ دن آنے واالا ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا کہ اپنے وطن کو چھوڑ دو، سب اموال حاضر کرو، تمہیں بھوکا رہنا پڑے گا اور ہر طرح کی تکالیف اُٹھانی پڑیں گی اور ان کے لئے تم میں سے ہر ایک کو تیار رہنا چاہئے۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ افغانستان میں تمہارے بھائی فاقے کریں اور تم چین سے زندگی بسر کرو؟ چین میں تمہارے بھائیوں پر ظلم ہو اور تم امن میں رہو؟ تمہارے اندر تو یہ ایمان ہونا چاہئے کہ اگر چین میں احمدیوں کو قتل کیا جارہا ہو تو تمہاری گردنیں یہاں ہی خم ہو ہو کر اُن تلواروں کو اپنی گردنوں پر لینے کے لئے بیتاب ہوں۔ اگر کسی جگہ احمدی جماعت کو وطن چھوڑنے پڑیں یا فاقے کرنے پڑیں تو تم کو اپنے گھر کانٹوں کی طرح معلوم ہونے لگیں اور روٹیاں تمہارے گلوں میں پھنسنے لگیں۔ اِس

اتحاد و احساسات کے بغیر مذہب ترقی نہیں کر سکتے۔ بے شک تمہارے امام کا نام مسیح ہے مگر عیسائیوں کی تاریخ پڑھ کر دیکھو۔ آج اُن کے عروج کو دیکھ کر شاید کوئی خیال کرے کہ یہ پہلے ہی ایسے تھے۔ لیکن کوئی سنگ دل سے سنگ دل انسان عیسائی تاریخ کا ایک صفحہ بھی آنسو بہائے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔ ان کو ایسے مصائب پیش آئے کہ سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر انہوں نے دلیری سے ان کو برداشت کیا اور امتحان کے وقت اپنی جانوں کو جان نہیں سمجھا اور مالوں کو مال نہیں سمجھا اور قربانیاں کیں اور وہی قربانیاں تو ہیں جو آج یورپ کو روٹیاں دِلوا رہی ہیں۔ جب یورپ کی عیاشی کو دیکھ کر غیرتِ الٰہی کی تلوار اِنہیں ہلاک کرنے کے لئے اٹھتی ہے تو اُن کے باپ دادوں کی روحیں سامنے آجاتی ہیں جنہوں نے مذہب کی خاطر زبردست قربانیاں کی تھیں اور خدا تعالیٰ کے غضب کی تلوار جھک جاتی ہے۔ یورپ کے عروج کا اِس قدر لمبا عرصہ اُنہی قربانیوں کی وجہ سے ہے جو اِن کے آباء نے کی تھیں۔ اور خدا تعالیٰ انہیں ہلاک کرنے سے پیشتر انہیں موقع دے رہا ہے کہ اسلام قبول کرلیں۔ کم سے کم تمہیں وہ قربانیاں تو کرنی پڑیں گی جو عیسائیوں نے کیں۔ ہمارے سلسلہ کے بانی کو بے شک بروزِ محمد ﷺ بھی کہا گیا ہے لیکن کیا آنحضرت ﷺ کو مکہ کی تیرہ سال کی زندگی میں کم قربانیاں کرنی پڑیں؟ پھر کیا مدینہ میں آپ کی قربانیاں کم تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر میں خالی مسیح ہوتا تو مجھے صلیب دے دیا جاتا مگر میرا انحصار محمد (ﷺ) پر زیادہ ہے اور تم لوگ محمد ﷺ کے نام کی وجہ سے خوش ہوتے ہو۔ [۷] بے شک آپ بروزِ محمدؐ بن کر آئے مگر ساتھ مسیح بھی تھے اس لئے ہماری قربانیاں کم سے کم دونوں کے درمیان میں آنی چاہئیں بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی قربانیاں مسیحیوں سے زیادہ شاندار تھیں۔ اِس لئے کہ اُن کو دُہرا زخم لگتا تھا۔ ایک اپنا زخم اور دوسرا وہ جو آنحضرت ﷺ کو لگایا جاتا ہے۔ عاشق کے لئے معشوق کا زخم زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

ایک صحابی کا قصہ میں نے بارہا سنایا ہے وہ مکہ میں قید تھے اور کفار نے اُن سے کہا کیا تم پسند نہیں کرتے کہ محمد ﷺ یہاں تمہاری جگہ قید ہوں اور تم مزے سے گھر میں بیٹھے ہو؟ انہوں نے جواب دیا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں گھر میں بیٹھا ہوں اور محمد ﷺ کے پیر میں مدینہ کی کسی گلی میں ہی کانٹا چبھ جائے۔ پس صحابہ کو جو عشق رسول کریم ﷺ سے تھا۔ اُسے دیکھتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کو حضرت مسیح ناصری سے زیادہ لمبا عرصہ تک تکالیف اُٹھانی پڑیں، ماننا پڑتا ہے کہ

صحابہ کو دُہری تکلیف ہوتی تھی ہر گالی جو رسول کریم ﷺ کو ملتی وہ بھی اُنہی کے دل پر پڑتی تھی۔ اور وہ بھی جو خود اُن کو ملتی بلکہ اپنی تکلیفوں کو وہ رسول کریم ﷺ کی تکلیف کے مقابل پر کچھ بھی نہ سمجھتے تھے۔ وہ خود ساری عمر بھوکا رہنا پسند کر سکتے تھے مگر یہ امر اُن کی برداشت سے باہر تھا کہ رسول کریم ﷺ پر ایک فاقہ بھی گزرے۔ اُنکے عشق کی نظیر کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ تاریخ میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے کئی سال بعد جب ایران فتح ہوا تو وہاں سے پن چکیاں آئیں جو باریک آٹا پیستی تھیں۔ جب پہلی دفعہ باریک میدہ مدینہ میں تیار ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا گیا تو آپ نے اُس کی روٹی پکوائی لیکن جب اس کا لُقمہ حلق میں گیا تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آپکی کسی سہیلی نے پوچھا کہ آپ رونے کیوں لگیں یہ تو بہت نرم پُھلکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خیال آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایسی چکیاں نہ تھیں ہم پتھروں سے ہی آٹا پیستے تھے جو بہت موٹا ہوتا تھا اگر یہ میدہ اُس زمانہ میں ہوتا تو میں آنحضرت ﷺ کو اِس کی روٹیاں پکا کر کھلاتی۔ یہ اُس عشق کا ایک مظاہرہ تھا جو مؤمن اور مؤمنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے پیدا تھا۔ اب تم دیکھو کہ تم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت سے کس قدر عشق ہے؟ کیا تمہارے گلے میں بھی ہر وہ نعمت پھنستی ہے جس سے احمدیت کو حصہ نہیں ملا۔ ہماری دُنیوی نعمتیں اِس وقت ہیں ہی کیا جنہیں ہم قربان نہ کرسکیں۔ یورپ کا ایک ادنیٰ لارڈ ہمارے کئی گاؤں خرید سکتا ہے اور یورپ کا ایک مزدور آسائش کے اِس قدر سامان رکھتا ہے جو ہمارے ہاں کے نوابوں کو بھی میسر نہیں۔ پس ہمارے پاس ہے ہی کیا جس کی قربانی ہم کو بوجھل معلوم ہوتی ہے۔ اگر عشق ہو تو وہ کپڑے جن پر تم فخر کرتے ہو اور وہ نرم بستر جن میں تم آرام کرتے ہو تمہیں کانٹوں کی طرح چبھنے چاہئیں کیونکہ دینِ احمد کو وہ زینت میسر نہیں جو تم کو میسر ہے اور اسے وہ آرام میسر نہیں جو تم کو میسر ہے۔ پس عشق پیدا کرو پھر تمہارے رستہ میں کوئی روک باقی نہیں رہے گی، کسی نصیحت کی بھی تم کو ضرورت نہ ہوگی اور ہر ضروری قربانی تم آپ ہی آپ کرتے جاؤ گے جس طرح پانی چشمہ سے آپ ہی آپ اُبلتا چلا آتا ہے۔ لیکن جب تک یہ فدائیت نہ ہوگی یہ ماریں پڑتی رہیں گی اور گالیاں ملتی رہیں گی پس ان کو بند کرنا یا جاری رکھنا تمہارے اپنے اختیار میں ہے جو گھوڑا اُڑتا ہے اچھا سوار اُسے دور تک لے جاتا ہے تا کہ وہ تھک

کر ٹھیک ہو جائے مگر جو اُڑ تا نہیں اُسے اتنا ہی چلایا جاتا ہے جتنی کہ ضرورت ہوتی ہے پس اگر تمہارے نفس قربانی سے جی چرائیں گے تو تم کو زیادہ ابتلاؤں میں مبتلاء کیا جائے گا۔ اور اگر خوشی سے اپنے آپ کو ہر قسم کی قربانی کے لئے پیش کر دو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جلدی جوش میں آ جائے گی اور تم اپنے آپ کو اُس محبوبِ حقیقی کی آغوش میں پاؤ گے جس کی محبت کی ایک نظر دنیا وَ مَا فِیْھَا سے اچھی ہے۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ۔

(الفضل ۲۱؍دسمبر ۱۹۳۵ء)

۱؎ التوبة: ۳۸ تا ۴۲

۲؎ سیرت ابن ھشام جلد ۲ صفحہ ۱۳ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۳؎ بخاری کتاب فضائل اَصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ باب مناقب المھاجرین وفَضْلِھِمْ

۴؎ النصر: ۲ تا آخر

۵؎ بخاری کتاب فضائل اَصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سدّوا الابواب...... (الخ)

۶؎ انوار الاسلام روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳، ۲۴

۷؎ دُرِّثمین اُردو صفحہ ۱۳۱